فضیلتِ مسیح

یسوع المسیح کی ذاتِ والاصفات ایسی ہے کہ اِنسان جتنا آپ کی زِندگی پر غور کرتا ہے اتنا ہی حیرت و اِستعجاب کے سمندر میں ڈُوبتا جاتا ہے۔ آپ کی صِفات، عام صِفاتِ بشری سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

فاضِل مُصنّف نے یسوع المسیح کی اِنہی صِفاتِ عالیہ کو تفصیلاً بیان کیا اور ثابت کیا ہے کہ آپ ہی وُہ ہستی ہیں جنکی وساطت سے حق تعالےٰ نے نوعِ انسان کی نجات کے کام کو پایۂ تکمیل تک پُہنچایا ہے۔

فضیلتِ مسیح

وکلف اے سنگھ

ناشرین

ایم۔ آئی۔ کے۔ ۳۶۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

بار ______ سوم

تعداد ______ پانچ سو

قیمت ______ ۲۰ روپے

سنہ ۲۰۰۲ء

جملہ حقوق بحق ناشر، ایم۔ آئی۔ کے، لاہور محفوظ ہیں۔

مینیجر ایم۔ آئی۔ کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے موسیٰ کاظم پرنٹرز، لاہور سے
چھپوا کر شائع کیا۔

فہرستِ مضامین

۱ یسوع مسیح۔ مظہرِ خدا ۶

۲ معصومیتِ مسیح ۱۸

۳ یسوع مسیح کے دعاوی اور تعلیمات ۳۲

۴ معجزاتِ مسیح ۵۸

۵ پیشینگوئیاں ۷۲

۶ منجیِ جہان ۱۰۱

۷ قیامت، رفعِ آسمانی اور آمدِ ثانی ۱۲۴

حرفِ اوّل

اکثر و بیشتر پیروکارانِ مذہب اپنے مذہب کے بانی کی شوکت و حرمت بڑھانے کے لئے اُن سے ایسی صفات منسوب کر دیتے ہیں جن کا ذکر واذکار نہ تو ان کی الہامی کتاب میں ملتا ہے، نہ اُن قابلِ احترام ہستیوں نے کبھی خود اُن کا دعوٰے کیا ہوتا ہے اور نہ اصلاً اور حقیقتاً اُن میں پائی ہی جاتی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک فطری خواہش ہے کہ انسان اپنے مذہب کے بانی میں وہ تمام صفاتِ سعیدہ دیکھنے کا متمنّی ہو جن تک انسانی ذہنِ رسا پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ ان کی عزت و توقیر بڑھانے کے لئے نت نئے نئے القاب و الفاظ وضع و ایجاد کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس حسنِ عقیدت اور غلو و مبالغہ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے جس مقصد و مشن کو لے کر وہ قابلِ صد احترام ہستیاں آئی ہوتی ہیں انسان اُسے پسِ پشت ڈال کر محض ان کی عظمت کے گیت گاتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہی اس کے لئے مغفرتِ الٰہیہ کا موجب اور ذریعۂ نجات ہے۔

ہم نے اس رسالہ میں جو کچھ خداوند یسوع المسیح کی فضیلت کے باب میں بیان کیا ہے اُس کی بنیاد انسانی جذبات و عقیدت پر نہیں بلکہ پاک صحائف اور فرمودات و ارشاداتِ الٰہیہ پر ہے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں عقل اور دلائل و براہین سے بھی کام لیا ہے۔ اور پھر ہمارا اس رسالہ کو تحریر کرنے کا مقصد محض اتنا ہی نہیں ہے کہ یسوع المسیح کو افضل الانسان یا افضل الانبیاء ثابت کیا جائے۔ اس کے برعکس ہمارا حقیقی مقصد قارئین کرام کی توجہ نجاتِ انسانی کے اُس انتظامِ الٰہی کی طرف مبذول کرانا ہے جس کی تکمیل کے لئے حق تعالےٰ

نے المسیح کو اس جہان میں مبعوث فرمایا تھا۔ لہٰذا واجب تھا کہ ایسا شخص ایسی صفاتِ حمیدہ سے متصف ہو جو اُس اعلےٰ و ارفع مقصد کے شایانِ شان ہوں۔

پس ہماری معزز ناظرین سے التماس ہے کہ آپ اس رسالہ کا مطالعہ تقابلِ بانیانِ مذہب کی صورت میں نہ کریں بلکہ خالی الذہن ہو کر پڑھیں تاکہ حق تعالےٰ نے آپ کی مغفرت اور نجات کا جو انتظام کیا آپ پر منکشف ہو جائے اور آپ اس سے مستفیض ہو سکیں۔

آخر میں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ ہم نے یہاں فضیلتِ مسیح کے ہر ایک پہلو پر تفصیلاً روشنی نہیں ڈالی بلکہ اُن چیدہ چیدہ صفات کو جو خاکسار کی نظر میں اہم ہیں اختصاراً بیان کیا ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ دو مچھلیوں اور پانچ روٹیوں سے پانچ ہزار سیر ہو سکتے ہیں۔

نیاز کیش

وکلف اے سنگھ

دلیل اوّل

یسُوع المسیح - مظہرِ خُدا

ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالےٰ نے جو قانونِ تکوین وضع فرمایا یہ تھا کہ اُس نے کہا ہو جا اور ہو گیا (دیکھئے توریت شریف پیدائش باب ۱ ، زبور شریف ۳۳ : ۹) لیکن جب تمام کائنات وجود میں آگئی تو قانونِ پیدائش یہ ٹھہرا کہ ہر ایک شے جو زندگی کا دم رکھتی ہے اپنی اپنی جنس کے مطابق نر و مادہ کے ذریعہ وجود میں آئے (پیدائش ۱ : ۲۴) - اُس وقت سے لے کر اب تک افزائش نسل کے لئے یہی قانون جاری و ساری ہے - یہ کبھی نہیں ٹوٹا اور نہ آئندہ کبھی ٹوٹے گا - تاہم ایک ہستی ایسی ہے جس کے سلسلہ میں یہ قانون ٹوٹ گیا اور وہ ہے یسوع المسیح کی مبارک ہستی - ایسا کیوں ہوا ؟ اس میں کونسا الٰہی بھید مخفی تھا ؟

توریت شریف کے مطابق اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی شبیہ اور اپنی صورت پر بنایا (پیدائش ۱ : ۲۶ - ۲۷) - اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اُسے اپنی اخلاقی اور روحانی صفات ودیعت کیں اور صاحبِ عقل اور صاحبِ ارادہ پیدا کیا - لیکن گناہ میں گرنے کے باعث یہ شبیہ و صورت دھندلا گئی ۔ تاہم اس کا نقش اب بھی اس میں پایا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ہر ایک انسان کے دل میں اپنے خالق کو دیکھنے اور اُسے جاننے کی آرزو و خواہش مچلتی رہتی ہے - لیکن انسان کی یہ سعیدہ فطری خواہش کیسے پوری

ہوسکتی ہے؟ ہم یہاں چند ذرائع کا ذکر کرتے ہیں اور دیکھیں گے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جو انسان کی اِس سعیدہ خواہش کو پُورا کر سکتا ہے۔

مشاہدۂ فطرت

اوّل اوّل جب حضرتِ انسان نے اپنے گرد و پیش نظر دوڑائی تو اپنے آپ کو عجائباتِ فطرت میں گھرا ہُوا پایا۔ اور جب اُس نے اُس میں کوئی ایسی شے دیکھی جو اُس کے فہم و ادراک سے بالاتر تھی تو اُسے اپنا خالق سمجھ بیٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا۔ مثلاً جب اُس نے سورج کو دیکھا جو اس کی سمجھ سے بعید تھا تو اُسے اپنا معبوُد مان لیا۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ ہر ایک مصنوع اپنے صانع پر دلالت کرتا ہے یعنی بنی ہوئی شے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضرور اس کا کوئی خالق ہے۔ نیز اُس میں اس کی ذات کی تھوڑی بہت جھلک بھی نظر آتی ہے، لیکن اس کے مشاہدہ سے ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ اس کے خالق کی شکل و شباہت، خد و خال، عادات و خصائل اور طبیعت و مزاج کیسا ہے۔ بعینہٖ ہم مشاہدۂ فطرت سے یہ تو جانتے ہیں کہ اُس کا کوئی خالق ہے، کوئی معمار ہے جس نے اُسے اپنے ماہر ہاتھوں سے تشکیل دیا ہے۔ چنانچہ بائبل مقدس میں بھی مرقوم ہے "جو کچھ خدا کی نسبت معلوم ہو سکتا ہے وہ ان کے باطن میں ظاہر ہے۔ اس لئے کہ خدا نے اُس کو اُن پر ظاہر کر دیا ہے۔ کیونکہ اُس کی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہے" (انجیل جلیل رومیوں ۱: ۲۰)۔ لیکن اِس سے ہمیں اللہ تعالےٰ کی ذات کا حقیقی علم اور عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً جب ہم سمندر کی وسعت و ہیبت

پر نظر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی غضب ناک بپھری ہوئی لہروں کے باوجود اپنی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا تو یقیناً اس کے خالق کی عقل و دانش پر عش عش کرنے لگتے ہیں۔ تاہم اِس سے اُس کی کُل ہستی کی ماہیّت کا علم نہیں ہوتا۔ پس دنیا کی کوئی شے بھی خواہ وہ اپنی ذات میں کتنی ہی عجیب اور طاقتور کیوں نہ ہو ہمیں اپنے خالق یعنی حق تعالےٰ کا پورا پورا علم بہم پہنچانے سے قاصر ہے۔

عقل و خرد

مشاہدۂ فطرت سے انسان پر یہ عقدہ کھلا کہ اِس کائنات رنگ و بُو کا کوئی خالق ضرور ہے لیکن اُسے اُس کی ذات کا کماحقہٗ علم نہ ہو سکا کہ اُس کی دیدارِ الٰہی کی تڑپ کی تسکین کا موجب بن سکے۔ چنانچہ وہ رہوارِ عقل پر سوار ہو کر اپنے خالق کی تلاش میں چل نکلا۔

عقل و دانش اللہ تعالےٰ کی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ ناخنِ عقل ہی سے انسان نے کائناتِ فطرت کے اسرار و رموز کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا ہے۔ عقل ہی سے اُس نے معلوم کیا کہ کششِ ثقل کیا ہے اور سیب نیچے کیوں گرتا ہے۔ عقل ہی سے کششِ ثقل کا سینہ چیر کر چاند تک جا پہنچا۔ لیکن جب کبھی اُس نے اپنی اِسی عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے خدا کی ماہیت اور حقیقت کی تحقیق کی تو وہ ضلالت و گمراہی میں پڑ گیا یعنی "ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے" (انجیل جلیل رومیوں ۱: ۲۲)۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کے گناہ کا اثر اُس کے دل اور عقل دونوں پر ہوا۔ "اُن کی عقل اور دل دونوں گناہ آلودہ ہیں" (انجیل جلیل طِطس ۱: ۱۵)۔ پس وہ اپنی منزّل اور بگڑی ہوئی عقل کے ذریعہ معاملاتِ روحانیہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اپنی مادی عقل سے اللہ تعالےٰ

کی حقیقی ماہیّت و شخصیّت کو معلوم کرنا اُس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ "کیا تو تلاش سے خُدا کو پا سکتا ہے؟ کیا تو قادرِ مطلق کا بھید کمال کے ساتھ دریافت کر سکتا ہے؟" (کتابِ مقدّس ایوب ۱۱: ۷)۔

مکاشفہ اور الہام

جب رُوحِ انسانی پر انحطاط و تنزّل نے قبضہ جما لیا اور روحانی بصیرت جو اللہ تعالےٰ نے اُسے اوّل اوّل بخشی تھی گناہ کی تاریکی میں مدھم پڑ گئی۔ تو اُس نے تلاشِ حق میں اِدھر اُدھر پاؤں مارنے شروع کر دیئے اور جو راہ اُس کی عقل نے اُسے سمجھائی اُس پر چلنے لگا۔ تب عقل کی اس لاچاری و بے بسی میں اللہ تعالےٰ نے اُس کی مشعلِ الہام سے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی۔ جس مقصد کو وہ عقل کے ذریعے حاصل کرنے میں قاصر رہا، وہ حق تعالےٰ نے اُسے الہام سے عطا کیا یعنی "جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سُنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں۔ وہ سب خُدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لئے تیار کر دیں لیکن ہم پر اُن کو روح کے وسیلہ سے ظاہر کیا" (انجیل جلیل ۱۔کرنتھیوں ۲: ۹-۱۰)۔ عقل و مشاہدہ کی روشنی میں تو انسان حقائقِ روحانیہ کی تفہیم و تعقیل میں ناکام رہا۔ کیونکہ عقل اور مشاہدہ کا دائرہ محسُوسات اور مرئیات تک محدود ہوتا ہے جبکہ روحانی حقائق کا ادراک عقل و مشاہدہ سے بالا ہوتا ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے اُس کو بذریعہ الہام انسان پر ظاہر فرمایا۔

اب چونکہ الہام حقائقِ الہٰیہ کا لفظی بیان ہے اور الفاظ انسان کے اپنے وضع کئے ہونے کے باعث ناقص اور محدود ہوتے ہیں، اسی لئے تو

ہم اپنی بات کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنے کے لئے اپنے ہاتھ اور چشم و اَبرو کی جنبش اور چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے بھی کام لیتے ہیں۔ پس ذاتِ خُدا کا حقیقی علم محض لفظی تصویر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر لفظ ہاتھی کسی کاغذ پر لکھ دیا جائے تو کیا اس عظیم الجثہ اور تنہ زور جانور کا مکمل علم حاصل ہو جائیگا؟ بچے جغرافیہ میں غیر ممالک کا حال بالتفصیل پڑھتے ہیں تو بھی وہ ان ممالک کے بارے میں کمال علم حاصل نہیں کر سکتے۔ اور جیسے جغرافیہ کا علم اُن میں یہ زبردست خواہش پیدا کرتا ہے کہ وہ اُن ممالک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لطف اُٹھائیں، اُسی طرح الہام عالمِ لاہوت اور خدا کی ماہیّت کے بارے میں تجسس پیدا کرتا ہے اور انسان میں دیدارِ الہٰی کی فطری خواہش دوچند ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے انسان کی اِس سعیدہ خواہش کی یوں منظر کشی کی ہے۔

۵ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں،
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

پس الہام سے وہ فیوضِ غیبی اور حقائقِ لاریبی لفظی طور پہ تو معلوم ہو سکتے ہیں جنکے جاننے میں عقل و مشاہدہ قاصر رہتے ہیں، تاہم وہ بھی ذاتِ الہٰی کی تصویر اُس طور پہ پیش نہیں کر سکتا جس کا تقاضا انسانی خواہش اور فطرت کرتی ہے۔ انسانی فطرت اپنے خالق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہے۔ وہ محض لفظی تصویر یا نظریات سے آسودہ نہیں ہو سکتی۔

مظہرِ خُدا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عقل سے ہم ذاتِ خدا کی حقیقی ماہیّت کا کھوج نہیں لگا سکتے کیونکہ گناہ سے متاثر ہونے کے باعث وہ محدود

ناقص ہے اور پاک ولامحدود غیر مرئی خدا تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح موجودات کا مشاہدہ ہے جو ہمیں حق تعالیٰ کے متعلق کلّی طور پر نہیں بتا سکتا کہ وہ کیسا ہے۔ وہ صرف ہمیں اتنا ہی بتاتا ہے کہ خدا موجود ہے جبکہ الہام سے اُس کی حقیقت کا صرف لفظی اور تمثیلی علم ہی حاصل ہوتا ہے۔ پس وہ لوگ جو عقل و مشاہدہ سے بطور استدلال انّی[1] یا محض الہام سے لفظی اور تمثیلی طور پر خدا کا نامکمل اور دھندلا سا تصوّر لے کر اُس کی پرستش کرتے ہیں وہ یقیناً نامعلوم خدا کی یعنی ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جس کا وہ خود تجربہ نہیں رکھتے یا جسے جانتے نہیں، جیسے کہ پولُس رسول نے ایتھنے کے لوگوں سے کہا: "میں نے سیر کرتے اور تمہارے معبودوں پر غور کرتے وقت ایسی قربانگاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا کہ نامعلوم خدا کے لئے۔ پس جس کو تم نامعلوم کئے ہوئے پوجتے ہو میں تم کو اُسی کی خبر دیتا ہوں" (انجیلِ جلیل اعمال ۱۷: ۲۳)۔ اور جیسے کہ خداوند یسُوع مسیح نے سامری عورت سے فرمایا "تم جسے نہیں جانتے اس کی پرستش کرتے ہو۔ ہم جسے جانتے ہیں اس کی پرستش کرتے ہیں" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۴: ۲۲)۔

پس ظاہر ہی ہے کہ انسان کی اس فطری خواہش کی تکمیل کے سلسلہ میں کہ وہ اپنے خالق کا دیدار حاصل کرے اور اُسے شخصی طور پر جانے کیونکہ شخصی طور پر جانے بغیر کوئی بھی کسی سے محبت نہیں رکھ سکتا، نہ تو مشاہدہ کام آتا ہے نہ عقل اور نہ ہی الہام۔ اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے شخصی اظہار کے لئے خود زمین پر اتر آئے یا کسی کو اپنا مظہر بنائے اور یوں انسان کی تشنۂ دید آنکھوں کی تسکین کا سامان بہم پہنچائے۔

---

[1] نتیجہ سے سبب معلوم کرنا۔

چونکہ انسان گنہگار ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ذات ہے جو گناہ کو دیکھ نہیں سکتا ہے "تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور کج رفتاری پر نگاہ نہیں کر سکتا" (کتابِ مقدس حبقوق ۱: ۱۳) اس لئے پہلی صورت امرِ محال ہے۔ جب حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے انسانی فطرت کی اس سعیدہ خواہش کا اظہار کیا تو جواب ملا: "تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا" (توریت شریف خروج ۳۳: ۲۰) اسی حقیقت کے پیشِ نظر جب حضرت یسعیاہ نے اللہ تعالیٰ کی حضوری کو محسوس کیا تو پکار اُٹھے: "مجھ پر افسوس! میں تو برباد ہوا! کیونکہ میرے ہونٹ ناپاک ہیں اور نجس لب لوگوں میں بستا ہوں کیونکہ میری آنکھوں نے بادشاہ ربّ الافواج کو دیکھا" (کتابِ مقدس یسعیاہ ۶: ۵)۔

پس دوسری صورت ہی وہ واحد حل ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو نوعِ انسان پر ظاہر کر سکتا ہے یعنی کسی شے کو اپنا ظرفِ ظہور بنا کر اپنا اظہار کرے۔ عہدِ عتیق میں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسی صورت میں اپنی قوم بنی اسرائیل پر ظاہر ہوا۔ مثلاً کبھی "بادل اور آگ کے ستون" میں اور کبھی "اُٹھتے ہوئے دھوئیں" میں (توریت شریف خروج ۱۳: ۲۱؛ ۱۹: ۱۸)۔ اور جب اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ پر ظاہر ہوا اور انہیں منصب نبوّت پر سرفراز کیا تو وہ اُن پر جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں ظاہر ہوا (توریت شریف خروج ۳: ۲)۔

لیکن یہ ظرفِ ظہور وقتی اور ناقص تھے کیونکہ یہ بے جان اشیاء زندہ خدا کی پوری شخصیت کو ظاہر کرنے سے قاصر تھیں۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی کُل تخلیق میں سے صرف انسان ہی ایک ایسی تخلیق ہے جسے اُس نے اپنی شبیہ، اپنی صورت

پر بنایا۔ اس لئے وہی مظہرِ خدا بننے کے لائق ہے لیکن ایک گنہگار انسان اس پاک ذات کا مظہر بن نہیں سکتا۔ پس لازم ہے کہ وہ مظہر، انسان تو ہو لیکن ایسا انسان جو اپنی باطنی پاکیزگی صفائی اور اچھائی کی بنا پر ذاتِ الٰہی کو اس طرح منعکس کر سکے جس طرح صاف شفاف آئینہ اپنی آبداری کے باعث سورج کو منعکس کرتا ہے۔ اس قسم کا مظہر صرف کوئی کامل انسان ہی ہو سکتا ہے صوفی عبدالکریم جیلانی اپنی مشہور کتاب "الانسان الکامل" کے حصہ دوم میں لکھتے ہیں: "انسانِ کامل بھی حق کا آئینہ ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ امر واجب کر لیا ہے کہ وہ اپنے اسماء صفات کو بغیر کامل انسان کے نہیں دِکھاتا۔"

پس لازم ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ انسانِ کامل کی تعریف کیا ہے تاکہ دیکھ سکیں کہ آیا کوئی آدمی اس معیار پر پورا اتر سکتا ہے یا نہیں۔ ہم پہلے اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہیں۔ مولانا جامی لکھتے ہیں:

ترجمہ: "حقیقی انسانِ کامل وہ ہے جو وجوب و ممکن میں برزخ ہو اور صفاتِ قدیم اور حادثہ کا آئینہ ہو۔ یہی خالق اور خلق کے درمیان واسطہ، اسی سے اور اسی کے آئینہ سے خدا کا فیض تمام مخلوقات کو علوی یا سفلی ہو پہنچتا ہے۔ اور یہی بجز ذاتِ حق کے تمام مخلوقات کی بقا کا سبب ہے۔ اگر یہ برزخ جو وجوب اور امکان کا مغائر نہیں ہے، نہ ہوتا تو دنیا کو خدا کی مدد حاصل نہ ہوتی۔"[۱]

پھر شرح خصوص الحکم میں ایک جامع معیار انسانِ کامل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسانِ کامل میں تین نشاتیں ہوتی ہیں: اوّل نشاۃِ روحیہ، دوم نشاۃ عنصریہ، سوم نشاۃ مرآتیہ۔

علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری میں انسانِ کامل کی چند صفات بیان

کی ہیں۔ اوّل انسانِ کامل معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ دوم، انسانِ کامل الوہیت اور انسانیت کا حامل ہے۔ سوم، انسانِ کامل اپنے اعجاز و عمل سے تجدیدِ حیات کرتا ہے۔ چہارم انسانِ کامل کی صفتِ عالیہ فقر ہے، پنجم انسانِ کامل واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان واسطہ ہے۔[۲]

اور انجیلِ جلیل کی رُو سے انسانِ کامل وہ ہے جو ہر قسم کے گناہ سے مبرّا و منزّہ ہو یعنی اس میں موروثی، عملی اور خیالی گناہ نہ ہوں اور اُس میں انسانیت اور الوہیت کا اتحاد پایا جاتا ہو تاکہ وہ خدا اور انسان کا درمیانی بن سکے۔ وہ گنہگار انسانوں میں تو رہے لیکن گناہ سے متاثر نہ ہوتا ہو۔

اب اگر ہم دنیا پر نظر کریں تو ہمیں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ملتا جو مذکورہ معیار پر پورا اترتا ہو۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ گنہگار ہونے کے باعث نسلِ آدم میں کوئی بھی انسانِ کامل بننے کا اہل نہیں کہ وہ ذات باری تعالےٰ کا مظہرِ کامل بن سکے۔ پس اس بھاری مشکل کا حل اللہ تعالےٰ نے خود ہی تجویز فرمایا۔ چنانچہ انجیل جلیل یوحنّا ۱: ۱۴ میں مرقوم ہے "اور کلام مجسم ہُوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔" اور اسی کلمہ کی پیدائش کی خوشخبری جبرائیل فرشتہ نے فخر النساء صدیقہ مریم کو دی تھی: "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائے گا" (انجیل مقدس لوقا ۱: ۳۵)۔

اللہ تعالےٰ کا یہ کلمہ، جس نے صدیقہ مریم کے بدنِ اطہر میں قیام فرمایا اور بطور انسان جنم لیا یہی وہ ظرفِ ظہور ہے جس کے ذریعہ باری تعالےٰ نے اپنا اظہار کیا کیونکہ صرف وہی انسانِ کامل کے معیار پر پورا اترتا ہے۔

[۱، ۲] منقول از "علامہ اقبال اور مسیحی اصطلاحات" از ڈاکٹر نذیر یوسف۔ مسیحی اشاعت خانہ لاہور

ملاحظہ فرمائیں :-

بمطابق علامہ جامی انسانِ کامل میں پائی جانے والی صفات اور کلمۃ اللہ

اوّل - نشاۃِ روحیہ :- "میں اور باپ ایک ہیں"۔
"میں باپ میں سے نکلا اور دنیا میں آیا ہوں"۔
"راہ اور حق اور زندگی میں ہوں"۔
"الوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۰: ۳۰؛ ۱۶: ۲۸؛ ۱۴: ۶؛ کلسیوں ۲: ۹)۔

دوم - نشاۃ عنصریہ :- "اب سے ابنِ آدم قادرِ مطلق خدا کی دہنی طرف بیٹھا رہے گا" (انجیلِ جلیل لوقا ۲۲: ۶۹۔ مزید دیکھئے لوقا ۱: ۲۲؛ ۲۴، ۲۶، ۳۰)۔

سوم - نشاۃ مرآتیہ :- "جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ (خدا) کو دیکھا"۔
"وہ اندیکھے خدا کی صورت ہے"۔
(انجیلِ جلیل یوحنا ۱۴: ۹؛ کلسیوں ۱: ۱۵)۔

بمطابق علامہ اقبال انسانِ کامل میں پائی جانے والی صفات اور کلمۃ اللہ :-

اوّل - وہ معجزانہ طور پہ ظہور پذیر ہوتا ہے : "خداوند کے فرشتے نے اُسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابنِ داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر، کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے" (انجیلِ جلیل متی ۱: ۲۰؛ مزید دیکھئے لوقا ۱: ۲۸ - ۳۵)۔

دوم - وہ الوہیت اور انسانیت کا حامل ہے : الوہیت "میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں"۔
"وہ اندیکھے خدا کی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے" (انجیلِ جلیل لوقا ۱۴: ۱۱؛ کلسیوں ۱: ۱۵)

سوم - اپنے اعجازی عمل سے تجدیدِ حیات کرتا ہے : "وہ مُردوں کو زندگی دیتے، جنم کے اندھوں کو بینائی دیتے، بیماروں کو شفا دیتے ہیں" (دیکھئے انجیلِ جلیل یوحنا باب ۱۱؛ مرقس ۵: ۲۵-۳۴؛ یوحنا ۹: ۱-۷؛ متی ۹: ۲۰-۲۶)۔

چہارم - اس کی صفتِ عالیہ فقر[1] ہے : "تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے" (انجیلِ جلیل یوحنا ۸: ۴۶؛ مزید دیکھئے عبرانیوں ۴: ۱۵؛ ۱-پطرس ۲: ۲۲ وغیرہ)۔

پنجم - وہ واجب الوجود (خدا) اور ممکن الوجود (انسان) کے درمیان واسطہ ہے۔
کیونکہ خدا ایک ہے اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جو انسان ہے (انجیلِ جلیل ۱-تیمتھیس ۲: ۵)۔

اس موازنہ سے صاف ظاہر ہے کہ یسوع المسیح ہی وہ ہستی ہیں جو انسانِ کامل کے معیار پہ پورا اترتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں اپنا ظہور فرمایا اور یوں نوع انسان کی دیدارِ الٰہی کی سعیدہ خواہش کی تکمیل کی۔ اب اگر کوئی باری تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ آپ کی شخصیت کو دیکھ کر اپنی تشنگی کی تسکین کر سکتا ہے اور خداوند یسوع مسیح کا دعویٰ بھی یہی تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک حواری فلپس نے انسانی فطرت کی اس سعیدہ

[1] فقر - قلندری - صوفیوں کی اصطلاح میں دین و دنیا سے آزاد آدمی

خواہش کے تحت آپ سے دیدارِ الٰہی کی اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:

"اے فلپّس! میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا۔ تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟ کیا تو یقین نہیں کرتا کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے؟" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۱۴: ۹-۱۰)۔

یہ فضیلت صرف یسُوع المسیح کو ہی حاصل ہے کہ ذاتِ واجب الوجُود نے ایک فوق الفطرت طریقے سے آپ کی شخصیت میں تجسم فرمایا۔ یہ آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جس میں انسانیّت اور الوہیّت کا اتحاد پایا جاتا ہے۔ پس آپ ہی وہ آئینہ ہیں جس میں اللہ تعالےٰ کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ بدیں وجہ کلامِ مقدس میں مرقوم ہے کہ "اُلُوہیّت کی ساری معموری اُس میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے" (۱-پطرس ۲: ۹)۔ اِس دنیا میں یہ مرتبہ نہ کبھی کسی کو حاصل ہُوا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے خواہ وہ کتنا ہی صاحبِ عرفان کیوں نہ ہو۔

دلیلِ دوم

معصُومیّتِ مسیح

پیشتر ازیں کہ ہم بے گناہیٔ مسیح پر قلم اُٹھائیں۔ انسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسیحی نقطۂ نگاہ کے مطابق گناہ کے بارے میں بیان کیا جائے کیونکہ مسیحی تصوّرِ گناہ اور دیگر ادیان کے تصوّرِ گناہ میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ دیگر مذاہب صرف عملی گناہ پر زور دیتے ہیں اور بدخیالی اور بداندیشی کو مطلق گناہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً ایک شخص چوری کرتا ہے تو ان کے نزدیک یہ گناہ ہے لیکن اگر اُس کی نیّت چوری کرنے کی ہو اور نہ کرے یا کسی وجہ سے نہ کر سکے تو یہ گناہ نہیں۔ اس کے برعکس مسیحیّت انسان کی نیّت کی بُرائی اور خواہش و ارادہ کی نجاست و خباثت پر گناہ کا فتویٰ دیتی اور بدخیالی اور بداندیشی کو شرعِ الٰہی کا عدول ٹھہرا کر فعل سے زیادہ ارادۂ فعل کو معیوب ٹھہراتی ہے۔

گناہ کیا ہے؟

مسیحی نقطۂ نظر کے مطابق انسان کی اصل فطرت کے بگڑنے کا نام گناہ ہے۔ لیکن انسان کی اصل فطرت ہے کیا؟ کیا موجودہ فطرت جو اُس میں پائی جاتی ہے اس کی اصل فطرت نہیں؟

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ جب حق تعالےٰ نے انسان کو خلق کیا تو اُسے اپنی صورت اور اپنی شبیہ پر پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اُسے اپنی اخلاقی اور روحانی صفات سے مُتصف کیا اور اُسے صاحبِ عقل و ارادہ

بنایا، اسی لئے اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری پوری یگانگت اور مطابقت رکھتا تھا۔ وہ ہر وقت اُس سے رفاقت رکھنے کا آرزومند رہتا اور اُس سے رفاقت رکھ کر خوش ہوتا تھا۔ یہ تھی انسان کی اصل فطرت۔

لیکن جب گناہ[1] نسلِ انسانی میں دَر آیا تو اِنسان اپنی اصل فطرت پر قائم نہ رہ سکا یعنی اُس کی اصل فطرت بگڑ گئی۔ اسی لئے اب وہ اللہ تعالیٰ کی حضوری سے بھاگنے، چھپنے اور دُور رہنے کی لاحاصل کوشش کرنے لگا۔ توریت شریف پیدائش ۳: ۸-۱۰ میں مرقوم ہے:

"اور انہوں نے خُداوند خُدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سُنی اور آدم اور اُس کی بیوی نے اپنے آپ کو خُداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا۔ اور اُس سے کہا تو کہاں ہے؟ اُس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سُنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا

[1] بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ، حضرت آدم کی نافرمانی سے شروع ہوا اور اس سے پہلے اس کا وجود نہ تھا۔ لیکن کتابِ مقدس کے مطابق گناہ کا بانی ابلیس تخلیقِ آدم سے پہلے ہی اس جہان میں موجود تھا۔ ملاحظہ فرمائیں: "اے صبح کے روشن ستارے تو کیونکر آسمان سے گر پڑا! اَے قوموں کو پست کرنے والے تو کیونکر زمین پر ٹپکا گیا! تُو تو اپنے دل میں کہتا تھا میں آسمان پر چڑھ جاؤں گا۔ میں اپنے تخت کو خدا کے ستاروں سے بھی اُونچا کروں گا اور میں شمالی اطراف میں جماعت کے پہاڑ پر بیٹھوں گا۔ میں بادلوں سے بھی اوپر چڑھ جاؤں گا۔ میں خدا تعالیٰ کی مانند ہوں گا" (کتاب مُقدّس یسعیاہ ۱۴: ۱۲-۱۴)۔

پس ظاہر ہے کہ گناہ آدم کے گناہ میں گرنے سے پہلے ہی موجود تھا کیونکہ ابلیس پہلے سے موجود تھا۔

تھا اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا"۔

اِنسان کی اس بگڑی ہوئی فطرت کا نام گناہ ہے اور اس کا مرکز دل ہے۔ ہمارے تمام بداعمال اِسی مرکز سے صادر ہوتے ہیں۔ مسیح خداوند نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "مگر جو باتیں منہ سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ بُرے خیال، زناکاریاں، خونریزیاں، حرامکاریاں، چوریاں، جھوٹی گواہیاں، بدگوئیاں دل ہی سے نکلتی ہیں۔ یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں مگر بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا" (انجیل جلیل متی ۱۵: ۱۸-۲۰)۔ حضرت سلیمان فرماتے ہیں "ہاں بنی آدم کا دل بھی شرارت سے بھرا ہے اور جب تک وہ جیتے ہیں حماقت اُن کے دل میں رہتی ہے" (کتابِ مُقدّس واعظ ۹: ۳، مزید دیکھئے پیدائش ۸: ۲۱؛ یرمیاہ ۱۷: ۹) اِسی لئے نسلِ آدم کو نصیحت کی گئی ہے کہ "اپنے دل کی خوب حفاظت کر کیونکہ زندگی کا سرچشمہ یہی ہے" (کتابِ مقدّس امثال ۴: ۲۳)۔

پس انسان کے تمام بدافعال کے صدور اور ارتکاب سے ظاہر و عیاں ہے کہ اس کی اعماقِ طبع میں ایک ایسا مکروہ چشمہ پایا جاتا ہے جس میں ڈوب ڈوب کر اُس کے اعمال بد صادر ہوتے ہیں۔ اگر فرضاً یہ بدافعال ظاہر نہ بھی ہوں تو بھی اُس گندے چشمے کے وجود سے انکار محال ہے۔ مثلاً اگر سانپ کسی کو نہ بھی ڈسے تو بھی اُس کے زہریلے ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ وہ ڈسے یا نہ ڈسے، بہرحال زہر اُس میں موجود ہوتا ہے۔ یہی حال انسان کا بھی ہے کہ اولادِ آدم ہونے کے باعث، گناہ کا تخم اُس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ اب خواہ اُس سے عملی گناہ سرزد ہوں یا نہ ہوں تو بھی وہ گنہگار ہے۔ مسیحی علم الکلام میں اِسے موروثی گناہ کہتے ہیں۔

عملی گُناہ

انسان کے عملی گناہوں کی علّت وہ بُری خواہش ہے جو ہر ایک انسان کے دل میں بگڑی ہوئی موروثی فطرت کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کھانے سے پہلے کھانے کی اور غسل کرنے سے پہلے غسل کی خواہش موجود ہوتی ہے، اُسی طرح ہر فعل کے ارتکاب سے پہلے اُس فعل کی خواہش انسان کے دل میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا خواہش عِلّت[1] اور فعل یعنی خواہش کا عملی ظہور معلُول ہے۔ پھر یہ خواہش ارادہ میں ڈھلتی ہے اور اس کا عملی اظہار اعمالِ بد کی صورت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ انجیلِ جلیل یعقوب ۱: ۱۴ میں مرقوم ہے: "ہاں، ہر شخص اپنی ہی خواہش میں کھینچ کر اور پھنس کر آزمایا جاتا ہے۔ پھر خواہش حاملہ ہوکر گناہ کو جنتی ہے۔" خداوند مسیح کے حواری حضرت پطرس بھی اس جہان میں خرابی کی وجہ بُری خواہش ہی بتاتے ہیں: "تاکہ ان کے وسیلے سے تم اس خرابی سے چھوٹ کر جو دنیا میں بُری خواہش کے سبب سے ہے ذاتِ الٰہی میں شریک ہوجاؤ" (انجیل جلیل ۲۔ پطرس ۱: ۴)۔ بریں بنا خداوند یسُوع مسیح نے بھی گناہ کی علّت یعنی بُری خواہش کو روکنے پر زور دیا ہے۔ فرمایا "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا" (انجیلِ جلیل متّی ۵: ۲۸)۔

پس ظاہر ہی ہے کہ ہمارے عملی گناہ اُس بُری خواہش کا پھل ہیں جو اُس مکروہ چشمہ سے صادر ہوتے ہیں جو انسان کی بگڑی ہوئی طبیعت کے باعث اُس کے

[1] علّت و معلول: سبب اور نتیجہ۔

دل میں موجود ہے، اسی لئے انہیں کسی انسانی تدبیر سے روکا نہیں جا سکتا۔ مذہبی تعلیم، وعظ و نصیحت اور حکومت کے تعزیری احکام و تجاویز گناہ کو صرف عارضی طور پر روک سکتے ہیں لیکن اس کی علّت یعنی بُری خواہش کا ازالہ نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے یہ ظہور میں آتے ہیں۔ چونکہ ہمارے تمام دیدنی اور نادیدنی گناہ مثلاً چوری چکاری، قتل و غارت، لڑائی جھگڑے، حسد اور بُغض وغیرہ اُس بگڑی ہوئی فطرت کا پھل ہیں اس لئے جب تک اُس کو تبدیل نہ کیا جائے اُس وقت تک بد افعال کی روک تھام محال ہے۔ چنانچہ کتابِ مُقدّس ایک نفسانی انسان کے بارے میں فرماتی ہے "اگر حبشی اپنے چمڑے کو یا چیتا اپنے داغوں کو بدل سکے تو تم بھی جو بدی کے عادی ہو نیکی کر سکوگے" (یرمیاہ ۱۳: ۲۳)۔

دیگر مذاہب صرف عملی گناہ پر زور دیتے ہیں اور بُری نیت اور بد خواہش کو گناہ نہیں سمجھتے۔ لیکن مسیحیت کی فضیلت اس میں ہے کہ وہ انسان کی نیت اور ارادوں کی برائی پر فتویٰ لگاتی اور اُسے گُناہ ٹھہراتی ہے کیونکہ حق تعالےٰ باطن کی صفائی پسند کرتا ہے۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں؛ "دیکھ تو باطن کی سچائی پسند کرتا ہے" (زبور شریف ۵۱: ۶)۔ بعض نادان لوگ چند ظاہری نیکیاں کر کے سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم لوگ نیک ہیں اور اپنے دل کو طفل تسلیاں دیتے رہتے ہیں۔ کلامِ مُقدّس ایسے لوگوں کے متعلّق فرماتا ہے؛ "ایک پُشت ایسی ہے جو اپنی نگاہ میں پاک ہے لیکن اس کی گندگی دھوئی نہیں گئی" (امثال ۳۰: ۱۲، مزید دیکھئے امثال ۲۱: ۳؛ واعظ ۷: ۲۰)۔

جب مصدر ہی ناپاک ہو تو اُس سے نیکی یعنی ایسی نیکی کا جو اللہ تعالےٰ کو بھی مقبول ٹھہرے، صدور کیسے ممکن ہے؟ پس جب تک انسان کی بگڑی ہوئی

فطرت کو نئے سرے سے تبدیل نہ کیا جائے اُس سے حقیقی نیکی ہو نہیں سکتی اور نہ وہ نیک کہلانے کا مستحق ہی ہے۔ حضرت داؤد نے جب اپنی بگڑی ہوئی فطرت پر غور کیا تو چلّا اُٹھے! "اے خدا میرے اندر پاک دل پیدا کر۔" (زبور ۵۱: ۱۰)۔

گناہ کی ہمہ گیری

پس ہر ایک انسان، خواہ اُس کا تعلق کسی مذہب اور سوسائٹی سے کیوں نہ ہو یا وہ کتنا ہی نیک و راستباز سمجھا جاتا یا خود کو سمجھتا ہو بنیادی طور پر گنہگار ہے اور گناہ کی ہمہ گیری کا جیتا جاگتا ثبوت اور اشتہار۔ تاہم اس بات کو مزید ثابت کرنے کے لئے ہم چند عقلی اور منقولی دلائل و ثبوت پیش کرتے ہیں۔

عقلی دلائل

۱۔ دنیا کی کوئی لغت یا زبان ایسی نہیں جس میں گناہ کے مترادف الفاظ نہ پائے جاتے ہوں، اور یہ ظاہر ہی ہے کہ لفظ اُس وقت تک ایجاد نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کا مدلول؎ موجود نہ ہو۔

۲۔ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں کسی نہ کسی صورت میں تعزیری نظام ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً عدالتیں، جیلیں اور تعزیرات وغیرہ جو گناہ کی عالمگیری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۳۔ ہر مذہب گناہ کی عالمگیری پر دلیل ہے، کیونکہ اگر گناہ عالمگیر نہ ہوتا تو مذہب کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔ موت عالمگیر ہے اور چونکہ موت کی علّت گناہ ہے یعنی گناہ کے سبب سے

؎ دلالت کیا گیا۔

موت آئی اس لئے گناہ بھی عالمگیر ہے۔

منقولی دلائل

بائبلِ مُقدّس: "خُدا نے آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کی تا کہ دیکھے کہ کوئی دانشمند۔ کوئی خدا کا طالب ہے یا نہیں۔ وہ سب کے سب پھر گئے ہیں۔ وہ باہم نجس ہو گئے۔ کوئی نیکوکار نہیں۔ ایک بھی نہیں" (زبور شریف ۵۳: ۲-۳)۔

"اپنے بندہ کو عدالت میں نہ لا۔ کیونکہ تیری نظر میں کوئی آدمی راستباز نہیں ٹھہر سکتا" (زبور شریف ۱۴۳: ۲)۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنے دل کو صاف کر لیا ہے اور میں اپنے گناہ سے پاک ہو گیا ہوں؟" (کتابِ مُقدّس امثال ۲۰: ۹)۔

"کیونکہ زمین پر کوئی ایسا راستباز انسان نہیں کہ نیکی ہی کرے اور خطا نہ کرے" (کتابِ مُقدّس واعظ ۷: ۲۰)۔

"کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خُدا" (انجیل جلیل لُوقا ۱۸: ۱۹)۔

"اس لئے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں" (انجیل جلیل رُومیوں ۳: ۲۳)۔

"پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دُنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لئے کہ سب نے گناہ کیا" (انجیل جلیل رُومیوں ۵: ۱۲)۔

قرآن شریف

"اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر، نہ چھوڑے زمین پر

ایک چلنے والا، لیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وعدہ ٹھہرے تک[1]...،، (النحل آیت ۶۱)۔

حدیث شریف

،، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو اُن کی پُشت پر ہاتھ پھیرا پس ان کی پُشت سے وہ تمام جانیں نکل پڑیں جن کو آدم کی اولاد میں خداوند بزرگ و برتر قیامت تک پیدا کرنے والا تھا... پس آدم نے اُس سے انکار کیا اور ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ اور بھول گئے آدم اور کھا لیا اُنہوں نے درخت کے پھل کو اور بھولتی ہے ان کی اولاد بھی اور خطا کی تھی آدم نے اور خطا کرتی ہے ان کی اولاد بھی ،، (مشکوٰۃ شریف حصہ اول مصنف امام ولی الدین صفحہ ۱۵)۔

پس ظاہر ہے کہ اِس دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس میں گناہ نہ پایا جاتا ہو۔ اب چونکہ ہر شخص گنہگار ہے۔ اس لئے گناہ کی ہمہ گیری سے انکار ممکن نہیں۔

معصومیّتِ مسیح

تاہم اِس جہان میں ایک ایسا شخص ہو گزرا ہے جو گناہ سے قطعاً مبرّا و منزّہ تھا اور وہ مُبارک ہستی یسُوع المسیح کی ہے۔ آپ ذاتی گناہ یعنی بگڑی فطرت اور عملی گُناہ دونوں سے پاک تھے۔

[1] اس رسالہ میں جہاں کہیں بھی قرآن شریف سے اقتباس کیا گیا وہاں ترجمہ شاہ عبدالقادر، تاج کمپنی لاہور کا ہے۔

ذاتی گُناہ

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو اپنی صورت اور اپنی شبیہ پر پیدا کیا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ پاک ہے اس لئے جو اُس سے نکلا، وہ بھی پاک تھا۔ لیکن پھر انسانی سلسلۂ تولید شروع ہُوا تو آدم کا بیٹا آدم کی صورت پر پیدا ہُوا۔ لیکن چونکہ اِس سے پیشتر حضرت آدم کے گناہ میں گرنے کے باعث اپنی پاکیزگی گنوا بیٹھے تھے اس لئے ان کا بیٹا اُن کی ناپاک صورت پر پیدا ہُوا۔ اگر یسُوع المسیح بھی اسی سلسلہ میں پیدا ہوتے تو آپ بھی حضرت آدم کی صورت پر پیدا ہوتے اور ذاتی گناہ سے پاک نہ ہوتے، کیونکہ قانونِ فطرت یہی ہے کہ ہر ایک جنس اپنی جنس کے مطابق پیدا کرے۔ مُقدّس یعقوب فرماتے ہیں: ” اَے میرے بھائیو! کیا انجیر کے درخت میں زیتون اور انگور میں انجیر پیدا ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح کھاری چشمہ سے میٹھا پانی نہیں نکل سکتا،، (انجیلِ جلیل یعقوب ۳: ۱۲)

مگر خُداوند یسُوعؔ کا پاک ہونا اس لئے ممکن ہُوا کہ آپ نئی خلقت تھے۔ مثل حضرت آدم آپ کی پیدائش معجزانہ تھی۔ بریں جہت آپ دوسرا آدم کہلائے۔ حقِ تعالےٰ نے آپ کی نسبت اُس سلسلۂ تولید میں دخل دیا تاکہ اس کی پلیدگی آپ پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ اس مُعجزانہ پیدائش کی تفصیل انجیل جلیل لُوقا ۱: ۲۶-۳۵ میں یوں بیان کی گئی ہے:

” چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یُوسف نام سے ہوئی تھی

اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتہ نے اُس کے پاس اندر
آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہُوا ہے ! خداوند تیرے ساتھ ہے۔
وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔
فرشتہ نے اُس سے کہا اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے
تجھ پر فضل ہُوا ہے۔ اور دیکھ تُو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا
نام یسُوعؔ رکھنا ۔۔۔ مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکہ ہوگا جبکہ میں
مرد کو نہیں جانتی ؟ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ رُوح القدس
تجھ پر نازل ہوگا اور خُدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور
اس سبب سے وہ مولودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائے گا ۔"

قرآن شریف بھی مسیح یسُوعؔ کی اس معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے۔
"پھر بھیجا ہم نے اُس پاس اپنا فرشتہ ، پھر بن آیا اُس کے آگے
آدمی پورا۔ بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر تو ڈر رکھتا ہے۔ بولا
مَیں تو بھیجا ہوں تیرے ربّ کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا۔
بولی کہاں سے ہوگا لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور مَیں
بدکار نہ تھی۔ بولا یونہی ! فرمایا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان
ہے ۔ اور اُس کو ہم کیا چاہیں لوگوں کو نشانی اور مہر ہماری طرف سے
اور ہے یہ کام ٹھہر چکا ۔" (سورہ مریم آیات ۱۸ - ۲۰) ۔

چونکہ اللہ تعالےٰ نے یسُوع المسیح کی پیدائش میں بقائے نسل کا قانون
توڑ دیا ، اس لئے آپ میں حضرت آدمؔ کی بگڑی ہوئی طبیعت نہ تھی پس آپ
موروثی گناہ سے پاک تھے۔

عملی گناہ :۔ تاہم آپ صدیقہ مریم سے پیدا ہونے کے باعث بشر بھی تھے

آپ ان تمام تجربات میں سے گزرے جن سے ایک آدمی اپنی پیدائش سے لے کر
موت تک گزرتا ہے۔ آپ ایک عام بچے کی مانند پیدا ہوئے ، آپ ایک عام
لڑکے کی مانند پلے بڑھے اور اپنا لڑکپن بسر کیا اور ہماری طرح ہی خوشی غمی اور
آزمائشوں میں سے گزرے۔ چنانچہ انجیلِ مُقدّس میں مرقوم ہے :" اور یسُوعؔ حکمت
اور قد و قامت اور خدا اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا ۔" "وہ سب باتوں
میں ہماری طرح آزمایا گیا " (انجیلِ مقدس لوقا ۱ : ۵۲ ؛ عبرانیوں ۴ : ۱۰) ۔

یسُوع المسیح میں ارثی گناہ نہ تھا کیونکہ آپ سلسلۂ آدم میں پیدا نہ ہوئے
تھے بلکہ اللہ تعالےٰ نے مداخلت کرکے اُس ترقیِ نسل کے قانون کو توڑ دیا تھا
اور آپ ایک فوق الفطرت طریقے سے پیدا ہوتے ۔ لیکن فعل مختار بشر ہونے
کے باعث آپ میں امکانِ گناہ تو پایا جاتا تھا جس طرح کہ حضرت آدم میں ارثی گناہ
نہ تھا مگر امکانِ گناہ پایا جاتا تھا۔ لہٰذا جب حضرت آدم پر آزمائش آئی تو وہ اس
امکان کے باعث گناہ میں گر گئے جبکہ المسیح اپنی ہر ایک آزمائش پر غالب آئے مثلاً
دیکھئے انجیلِ جلیل متّی ۴ : ۱-۱۱۔ چنانچہ آپ کی تمام زندگی شاہد ہے کہ اگرچہ آپ پر
سخت سے سخت آزمائش آئی اور آپ کے دشمنوں نے آپ کو ہر طرح سے آزمایا اور
چھانا پھٹکا تو بھی آپ کے مُنہ سے کوئی مکر کی بات نہ نکلی اور نہ افعال سے کوئی گناہ
سرزد ہُوا۔ آپ کا فرمان ہے کہ "مَیں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو اُسے (خدا) پسند آتے
ہیں" (انجیل یُوحنّا ۸ : ۲۹) اور صرف یہ دعوےٰ ہی نہیں تھا بلکہ آپ نے مخالفین اور
دشمنوں کو جو آپ کو پھانسنے کے لئے مختلف چالیں چلتے رہتے تھے علی الاعلان للکارا
"تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے ؟" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۸ : ۴۶ - مزید دیکھئے
۵ : ۳۰) ، لیکن سب گنگ ہو گئے اور ایک بھی اُنگلی نہ اُٹھا سکا ۔

یسُوع مسیح کی زندگی ہر قسم کے گناہ سے پاک تھی۔ اگر آپ کی ذات میں گناہ ہوتا

تو آپ یہودی گندم نما جَو فروش استادوں اور ربیوں کو ملامت و تنبیہ نہ کر سکتے تھے، اور اُسی واسطے آپ یہ درس دے سکے کہ "کیا اندھے کو اندھا راہ دکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟" اور "جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تُو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں" (انجیلِ مُقدّس لُوقا ۶: ۳۹؛ متّی ۷: ۴) اور اگر آپ کا دامنِ عصمت گناہ کے گرد و غبار سے ذرا بھی آلودہ ہوتا تو آپ دوسروں کے گناہ معاف کرنے کا اختیار نہ رکھتے۔ آپ نے گنہگاروں کے گناہ بخشے (دیکھئے انجیلِ مُقدّس لُوقا ۵: ۲۰-۲۴؛ ۷: ۴۸)۔ یہ باتیں آپ کی عصمتِ[1] تامہ پر بڑی پختہ دلیل ہیں۔

انجیلِ جلیل کے مطالعہ اور یسوعؔ مسیح کے اپنے دعوے سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کی ذات میں گناہ نہیں تھا۔ تاہم، ہم اب ان لوگوں کی گواہی پیش کرتے ہیں جن میں آپ زندگی بسر کرتے رہے تاکہ علم ہو سکے کہ آپ کے ہمعصروں کا آپ کے بارے میں کیا خیال تھا۔

۱۔ رومی گورنر پیلاطُس کی گواہی:۔ یہ نہایت ہی خود غرض سخت اور ظالم آدمی تھا۔ لیکن جب یہودی یسوعؔ مسیح کو پکڑ کر اُس کے سامنے لے گئے تاکہ اپنے موت کے فیصلہ کی اُس سے توثیق کرا سکیں تو اُس نے کہا "مَیں اس راستباز کے خون سے بَری ہوں" (انجیلِ جلیل متّی ۲۷: ۲۴)۔

۲۔ پیلاطُس کی بیوی کی گواہی:۔ یہ بُت پرست رومی عورت بھی اپنے خاوند کو مسیح کی عدالت کے موقع پر پیغام بھیجتی ہے کہ "تُو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ" (انجیلِ جلیل متّی ۲۷: ۱۹؛ یُوحنّا ۱۸: ۳۸؛ ۱۹: ۴)۔

۳۔ مسیح کے ساتھ مصلوب ہونے والے ڈاکو کی گواہی:۔ مسیح یسُوعؔ کے ساتھ

[1] کامل بے گناہی۔

دو ڈاکو بھی مصلوب ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مسیح پر لعن طعن کرتا ہے لیکن دوسرا اُسے جھڑکتا ہے اور کہتا ہے: "ہماری سزا واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں۔ لیکن اُس نے کوئی بیجا کام نہیں کیا" (انجیلِ جلیل لُوقا ۲۳: ۴۱)۔

۴۔ رومی صوبیدار کی گواہی:۔ یہ شخص اُن رومی سپاہیوں کے دستہ کا انچارج تھا جن کے سپرد مسیح کو مصلوب کرنے کا کام کیا گیا تھا۔ آپ کے دمِ واپسیں پر وہ گواہی دیتا ہے "بے شک یہ خدا کا بیٹا تھا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۷: ۵۴؛ مرقس ۱۵: ۳۹)۔

۵۔ یہوداہ اسکریوتی کی گواہی:۔ یہ مسیح یسُوعؔ کا ایک حواری تھا لیکن اُس نے غدّاری کی اور آپ کو یہودی سرداروں کے ہاتھ پکڑوا دیا جس کا اُسے ۳۰ روپے انعام ملا۔ لیکن بعد میں پچھتایا اور وہ روپیہ واپس کر دیا اور کہا "مَیں نے گناہ کیا کہ بے قصُور کو قتل کے لئے پکڑوا دیا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۷: ۴)۔

ہم نے یہاں صرف یسُوعؔ مسیح کے مخالفین کی گواہیاں پیش کی ہیں اور دیدہ دانستہ آپ کے وفادار حواریوں اور شاگردوں کی گواہی درج نہیں کی مبادا کوئی خیال کرے کہ یہ تو آپ کے دوست تھے۔ بہرحال اگر کوئی دلچسپی رکھتا ہے تو ان حوالجات سے رجُوع کر سکتا ہے؛ انجیلِ جلیل اعمال ۳: ۱۴؛ ۲۔کرنتھیوں ۵: ۲۱؛ عبرانیوں ۴: ۱۵؛ ۱۔پطرس ۱: ۱۹، ۲: ۲۲؛ ۳: ۱۸؛ ۱۔یُوحنّا ۳: ۵۔

اگرچہ معصُومیّتِ مسیح کے بارے میں انجیلِ مُقدّس کی تائید و تصدیق ہی کافی سے زائد ہے۔ تاہم چونکہ اہلِ اسلام بھی المسیح کو نبی مانتے ہیں اور

قرآن شریف میں آپ کا بے حد ذکر آیا ہے اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی آپ کے بارے میں کیا رائے ہے۔

قرآن شریف میں کہیں بھی خداوند یسوعؔ مسیح کے ذنوب اور مغفرت کا ذکر نہیں آیا بلکہ وہ آپ کو نہایت اعلےٰ وارفع القابات سے مُلقّب کرتا ہے۔ قرآن شریف میں آپ کو روح اللہؔ اور کلمۃ اللہؔ کہا گیا ہے اور یہ ایسا القاب ہیں جہاں گُناہ کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔

اب ہم اسلام کے ایک جیّد عالم مولوی سیّد وحید الدین خاں آزاد کی یسوؔع المسیح کے بارے میں رائے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "حدِ تحقیق بہ مشربِ سنّی" کی فصل ۳ صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں: "مختصراً اپنا اعتقاد ہم یہ لکھتے ہیں کہ کتاب بائبل یعنی مجموعہ توریت و انجیل وغیرہ کا بہت حق ہے اور سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل میں خصوصاً ذات حضرت مسیح علیہ السلام کی ایسی مُلکی صفات ہیں کہ اگر ہم ان کو خدا نہ کہیں تو ان کو مُجرّد آدمی بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان کی صفاتِ عام ظاہرا قوّتِ بشری سے بہت زائد ہیں۔ اور سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اُن کو ہم ایک آدمی مع اللہ تسلیم کر لیں۔ اور قرآن شریف میں جو ذکر ان کا بلفظ کلمۃ اللہ اور رُوحُ اللہ کے ہے سو اس سے زیادہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور توریتؔ زبور وغیرہ میں پیشین گوئیاں نسبت ان کی اس کثرت سے ہیں کہ قومِ یہود کو خود انتظار ایک مسیح کا ہے۔"

محولہ بالا بیانات سے بےگناہئ مسیح روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور یہ آپ کی ایک ایسی فضیلت ہے جو آج تک نہ کسی بشر کو نصیب ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔

دلیل سوم

یسوؔع مسیح کے دعاوی اور تعلیمات

کسی مذہب کے من جانب اللہ یا الہامی ہونے کا ثبوت اس بات میں ملتا ہے کہ اُس کا بانی اپنے بارے میں کیا دعویٰ کرتا ہے اور کہ اُس کی تعلیمات کیا ہیں۔ ہم سب سے پہلے خداوند یسُوع مسیح کے دعووں کو بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی تعلیمات کو بیان کریں گے۔

۱۔ یسُوؔع المسیح کے دعوے

ا۔ خُدائی کے دعوے: ایک مرتبہ خداوند مسیح یہودیوں سے گفتگو کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ "اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا۔" اس پر اُن یہودیوں نے کہا کہ "تمام نبی مر گئے۔ ہمارا باپ ابرہام بھی مر گیا۔ کیا تو اُس سے بڑا ہے؟" آپ نے فرمایا "تمہارا باپ ابرہام میرا دن دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا۔ چنانچہ اُس نے دیکھا اور خوش ہُوا۔" یہودی کہنے لگے کہ "تیری عمر تو پچاس برس کی بھی نہیں پھر کیا تو نے ابرہام کو دیکھا ہے؟" المسیح نے فرمایا کہ "پیشتر اِس سے کہ ابرہام پیدا ہوا مَیں ہوں۔" یہ سنتے ہی یہودی غصّے میں بھر گئے اور آپ کو سنگسار کرنے کے لئے پتھر اُٹھائے (دیکھئے انجیلِ جلیل یُوحنّا ۸: ۲۱-۵۹)۔

یہودی کس جرم میں مسیح خداوند کو ہلاک کرنا چاہتے تھے؟ وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنے لئے اللہ تعالےٰ کا خاص نام "مَیں ہوں" استعمال کیا تھا، اور یہ شریعت کے

مطابق کفر تھا جس کی سزا موت تھی۔

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کے پاس ملک مصر میں بھیجنا چاہا تو انہوں نے خدا سے کہا "جب میں بنی اسرائیل کے پاس جا کر اُن کو کہوں کہ تمہارے باپ دادا کے خُدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور وہ مجھے کہیں کہ اُس کا نام کیا ہے؟ تو میں ان کو کیا بتاؤں؟" اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ مَیں جو ہُوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے" (توریت شریف خروج ۳: ۱۳-۱۴)۔

اور صرف یہی نہیں کہ آپ نے اللہ تعالےٰ کے نام سے خود کو منسوب کیا بلکہ فرمایا کہ "مَیں اور باپ ایک ہیں"۔ "مَیں باپ میں سے نکلا اور دُنیا میں آیا ہوں" (انجیل جلیل یُوحنّا ۱۰: ۳۰؛ ۱۶: ۲۸) اور آپ کی رُوح القُدس کے وسیلہ سے بے پدر معجزانہ پیدائش اور آپ کی سیرتِ پاک دونوں آپ کے مجسم خدا ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

ب۔ ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ۔ بائبل مقدس میں ابن اللہ کا اطلاق دو صورتوں میں ہُوا ہے، ایک حقیقی اور دوسرا مجازی۔ مجازی معنوں میں فرشتوں کو "خُدا کے بیٹے" کہا گیا ہے (کتابِ مُقدس ایوب ۳۸: ۷)۔ اُمّتِ اسرائیل کو برگزیدگی کے باعث "بیٹا بلکہ پہلوٹھا" اور "خُدا کا فرزند" کہا گیا ہے (توریت شریف خروج ۴: ۲۲؛ استثنا ۱۴: ۱)۔ اسی طرح مسیحی ایمانداروں کو بھی "خُدا کے فرزند" کہا گیا ہے (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۱: ۱۲-۱۳؛ رومیوں ۸: ۱۶؛ گلتیوں ۳: ۲۶ وغیرہ)۔

لیکن حقیقی معنوں میں صرف یسُوع مسیح ہی اللہ تعالےٰ کے بیٹے ہیں کیونکہ صرف آپ ہی خدا میں سے نکلے اور آئے ہیں۔ دیگر لوگ ان معنوں میں خُدا کے

بیٹے نہیں ہیں بلکہ لے پالک بیٹے ہیں۔ بنی اسرائیل کے متعلق بتایا گیا ہے کہ "وہ اسرائیلی ہیں اور لے پالک ہونے کا حق اور جلال اور عہود اور شریعت اور عبادت اور وعدے انہی کے ہیں"۔ مسیح خداوند پر ایمان لانے والوں کو بھی لے پالک کہا گیا ہے: "تم کو غلامی کی رُوح نہیں ملی جس سے پھر ڈر پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح ملی ہے جس سے ہم ابّا یعنی اے باپ کہہ کر پکارتے ہیں" (انجیل جلیل رومیوں ۹: ۴؛ ۸: ۱۵۔ مزید دیکھئے افسیوں ۱: ۵)۔ مسیح خُداوند نے خود اس فرق کو مریم مگدلینی سے بات چیت میں ظاہر کیا۔ فرمایا "مجھے نہ چھُو کیونکہ مَیں اب تک باپ کے پاس اوپر نہیں گیا لیکن میرے بھائیوں کے پاس جا کر اُن سے کہہ کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اُوپر جاتا ہوں" (انجیل جلیل یُوحنّا ۲۰: ۱۷)۔ یہاں آپ نے اس حقیقت کا اظہار "اپنے" اور "تمہارے" کے الفاظ استعمال کر کے کیا ہے۔

مسیح یسُوع اِس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ آپ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے اس کا دعوےٰ اور اقرار کیا ہے۔ فرمایا: "تم اُس شخص سے جسے باپ نے مُقدس کر کے دُنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تُو کفر بکتا ہے اس لئے کہ مَیں نے کہا کہ میں خُدا کا بیٹا ہُوں"۔ "یسُوع نے سُنا کہ انہوں نے اُسے باہر نکال دیا اور جب اُس سے ملا تو کہا کیا تُو خُدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا اے خداوند وہ کون ہے کہ مَیں اُس پر ایمان لاؤں؟ یسُوع نے اُس سے کہا تُو نے اُسے دیکھا ہے اور جو تجھ سے باتیں کرتا ہے وہی ہے" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۹: ۳۵-۳۷؛ ۱۰: ۳۶۔ مزید دیکھئے لوقا ۲۲: ۷۰)۔

دراصل خدا مصدر ہونے کے لحاظ سے باپ ہے اور بیٹا صادر ہونے

کے لحاظ سے بیٹا ہے۔ چنانچہ انجیل جلیل یوحنا میں مرقوم ہے: "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا ۔۔۔ اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا" (۱:۱، ۱۴)۔ جب تک کلام خدا میں مخفی رہا، وہ کلامِ نفسی تھا لیکن جب مجسم ہوا تو کلامِ شخصی بنا اور بیٹا کہلایا۔

یسوع مسیح کی ابنیت کا اظہار نہ صرف آپ کے اپنے دعوے اور آپ کی عادات و خصائل اور افعال و اقوال ہی سے ہوتا ہے بلکہ آپ کے بارے میں گواہیوں سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً:

۱۔ اللہ تعالٰے نے خود دو مرتبہ آسمانی آواز کے وسیلے سے اس حقیقت کا اعلان کیا۔ پہلی مرتبہ آپ کے بپتسمہ پر فرمایا "تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں" (دیکھئے انجیل جلیل لوقا ۳: ۲۲)۔ دوسری مرتبہ، جب آپ اپنے حواریوں کے ساتھ ایک پہاڑ پر گئے تو آپ کی صورت بدل گئی اور آواز آئی "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں" (انجیل جلیل متی ۱۷: ۵)۔

۲۔ جبرائیل فرشتے نے صدیقہ مریم کو آپ کی ولادت سعید کی خوشخبری سناتے ہوئے کہا: "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالٰے کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولودِ مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا" (انجیل جلیل لوقا ۱: ۳۵)۔

۳۔ حضرت یوحنا (یحیٰی) نے فرمایا: "چنانچہ میں نے دیکھا اور گواہی دی ہے کہ یہ خدا کا بیٹا ہے" (انجیل جلیل یوحنا ۱: ۳۴)۔

۴۔ حواری یوحنا کی گواہی: "یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے" (انجیل یوحنا ۲۰: ۳۱)۔

۵۔ حواری پطرس کی گواہی: "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" (انجیل متی ۱۶: ۱۶)۔

۶۔ حواری نتن ایل کی گواہی: "اے ربی تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے" (انجیل یوحنا ۱: ۴۹)۔

۷۔ پولس رسول کی گواہی: "وہ خدا کا بیٹا ہے" (انجیل جلیل اعمال ۹: ۲۰)۔

۸۔ رومی صوبیدار کی گواہی: "بے شک یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا" (انجیل مرقس ۱۵: ۳۹)۔

۹۔ شیاطین کی گواہی: "اے یسوع! خدا تعالٰے کے بیٹے" (انجیل لوقا ۸: ۲۸)۔

محولہ بالا گواہیوں سے صاف ظاہر ہے۔ یسوع المسیح کا دعوٰے کہ آپ ابن اللہ ہیں برحق ہے۔

ج ۔ <u>گناہ معاف کرنے کا دعوٰے</u>:- کوئی بھی انسان کسی دوسرے انسان کے گناہ معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ گناہ معاف کرنا اللہ تعالٰے کا کام ہے۔ لیکن یسوع المسیح نے یہ دعوٰے کیا کہ آپ کو گناہ معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ایک مرتبہ ایک فریسی نے آپ کی ضیافت کی۔ جب آپ دیگر مدعوین کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک بدچلن عورت عطردان میں بیش قیمت عطر لے کر آئی اور روتی ہوئی آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر آپ کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے بالوں سے ان کو پونچھا اور ان پر عطر ڈالا۔ میزبان یہ دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ عورت کیسی ہے۔

خداوند مسیح نے اس کی دلی کیفیت کو معلوم کر کے اس سے کہا "اے شمعون مجھے تجھ سے کچھ کہنا ہے۔ اور پھر سوال کیا کہ کسی ساہوکار کے دو قرضدار تھے۔ ایک پانچ دینار کا اور دوسرا پچاس کا۔ چونکہ وہ قرض ادا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اس نے انہیں معاف کر دیا۔ اب بتا کہ ان دونوں میں سے کونسا اس سے زیادہ

محبت رکھے گا؟ میزبان نے جواب دیا کہ جس کا زیادہ قرض معاف ہوُا۔

آپ نے فرمایا کہ تو نے درست جواب دیا۔ پھر اُس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے اُس سے کہا۔ اِس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے دھوئے، بالوں سے پونچھے اور اُن پر عطر ملا مگر تو نے نہ میرے پاؤں دھوئے، نہ سر میں تیل ڈالا اس لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے۔ کیونکہ اِس نے بہت محبت کی۔ پھر اس عورت سے کہا تیرے ایمان نے تجھے بچا لیا۔ سلامت چلی جا۔ اس پر وہاں موجود بعض کہنے لگے کہ یہ کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے؟ (دیکھئے انجیلِ مُقدّس لُوقا ۷: ۳۶ - ۵۰)۔

ممکن ہے کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اُس عورت کے گُناہ واقعی معاف ہو گئے؟ بعینہٖ یہی سوال ایک مرتبہ اُن فقیہوں کے ذہن میں ابھرا جن کے سامنے خداوند مسیح نے ایک مفلوج کو شفا دیتے ہوئے فرمایا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"کئی دن بعد جب وہ کفرنحوم میں پھر داخل ہوُا تو سُنا گیا کہ وہ گھر میں ہے۔ پھر اتنے آدمی جمع ہو گئے کہ دروازہ کے پاس بھی جگہ نہ رہی اور وہ ان کو کلام سناتا رہا۔ اور لوگ ایک مفلوج کو چار آدمیوں سے اٹھوا کر اس کے پاس لائے۔ مگر جب وہ بھیڑ کے سبب سے اس کے نزدیک آ نہ سکے تو انہوں نے اُس چھت کو جہاں وہ تھا کھول دیا اور اسے ادھیڑ کر اُس چارپائی کو جس پر مفلوج لیٹا تھا لٹکا دیا۔ یسُوع نے ان کا ایمان دیکھ کر مفلوج سے کہا بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ مگر وہاں بعض فقیہہ جو بیٹھے تھے، وہ اپنے دلوں میں سوچنے لگے کہ یہ کیوں ایسا کہتا ہے؟ کفر بکتا ہے۔ گناہ

کون معاف کر سکتا ہے سوا ایک یعنی خدا کے؟ اور فی الفور یسُوع نے اپنی رُوح سے معلوم کر کے کہ وہ اپنے دلوں میں کیا سوچتے ہیں ان سے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے؟ مفلوج سے یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور اپنی چارپائی اٹھا کر چل پھر؟ لیکن اس لئے کہ تم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے (اُس نے مفلوج سے کہا) میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر چلا جا۔ اور وہ اُٹھا اور فی الفور اپنی چارپائی اُٹھا کر ان سب کے سامنے باہر چلا گیا" (انجیل جلیل مرقس ۲: ۱-۱۲)۔

مسیح یسُوع جانتے تھے کہ جب تک انسان کے سامنے دیدنی ثبوت پیش نہ کیا جائے اُس کو قائل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پس آپ نے اپنے دعوٰے کے ثبوت میں اُس مفلوج کو شفا بخشی اور وہ چلنے پھرنے لگا۔ حاضرین یہ دیکھ کر "حیران ہو گئے اور خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا"۔ یہ ایک ایسا دعوٰے ہے جو آج تک کوئی انسان نہیں کر سکا۔

د۔ **علم الغیب کا دعوٰے**:۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالٰے ہی رکھتا ہے۔ کوئی شخص بھی خواہ کتنا ہی قیافہ شناس یا فہیم و دانا کیوں نہ ہو غیب کی باتیں نہیں جان سکتا۔ توریت شریف استثنا ۲۹: ۲۹ میں مرقوم ہے کہ "غیب کا مالک تو خداوند ہمارا خدا ہے" (مزید دیکھئے انجیل جلیل متّی ۲۴: ۳۶)۔

قرآن شریف میں بھی باری تعالٰے کو عالم الغیب بیان کیا گیا ہے (دیکھئے سورۃ جن آیت ۲۶) لیکن انجیل جلیل کے مطابق خداوند یسُوع مسیح غیب کا علم رکھتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس آیا جس سے آپ

قطعی ناآشنا تھے۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ "اے نیک اُستاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟" آپ نے پہلے اُسے احکامِ عشرہ پر عمل کرنے کے لئے کہا۔ جب اُس نے کہا کہ وہ ان پر لڑکپن ہی سے عمل کرتا ہے چونکہ آپ اُس کی دلی حالت کو جانتے تھے کہ وہ دولت کا پجاری ہے اس لئے آپ نے فرمایا "جا جو کچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔" مگر وہ غمگین ہو کر چلا گیا، کیونکہ بڑا مالدار تھا (انجیلِ جلیل مرقس ۱۰: ۱۷-۲۲؛ مزید دیکھئے یوحنّا ۱: ۴۲-۴۹)۔

ایک مرتبہ یسُوع المسیح سامریہ کے ایک شہر سُوخار سے ہو کر گذر رہے تھے کہ تھکے ماندے ہو کر ایک کنواں پر یونہی بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک سامری عورت پانی بھرنے آئی۔ آپ نے اُس سے پانی پلانے کی درخواست کی۔ چونکہ یہودی سامریوں سے نفرت کرتے تھے اور کسی طرح کا برتاؤ نہ رکھتے تھے۔ اس لئے اُس عورت نے کہا کہ تُو یہودی ہو کر مجھ سامری عورت سے کیوں پانی مانگتا ہے؟ اس پر آپ نے اس کی توجہ ہمیشہ کی زندگی کے پانی کی طرف دلائی اور فرمایا "اگر تُو خدا کی بخشش کو جانتی اور یہ بھی جانتی کہ وہ کون ہے جو تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے پانی پلا تو تُو اُس سے مانگتی اور وہ تجھے زندگی کا پانی دیتا۔" پھر آپ نے اُسے کہا کہ اپنے شوہر کو بُلا لا۔ مگر اُس نے جواب دیا کہ مَیں بے شوہر ہوں۔ مسیح خُداوند اُس کے دلی حالات سے آگاہ تھے۔ اُس کا کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہ تھا چنانچہ فرمایا "تُو نے خوب کہا کہ مَیں بے شوہر ہُوں۔ کیونکہ تو پانچ شوہر کر چکی ہے اور جس کے پاس تُو اب ہے وہ تیرا شوہر نہیں"۔

یہ سُن کر وہ عورت بے حد شرمندہ ہوئی اور آپ پر ایمان لے آئی کہ آپ ہی المسیح ہیں۔ پھر اُس نے شہر میں جا کر گواہی دی کہ "اُس نے میرے سب کام مجھے بتا دیئے ہیں" اور نتیجتاً آپ پر بہت سے لوگ ایمان لے آئے (انجیل جلیل یوحنّا ۴: ۱-۴۲)۔

آپ نے اکثر فریسیوں کو ان کے پوشیدہ خیالات کی وجہ سے ملامت کی (دیکھئے انجیل جلیل لُوقا ۸: ۳۶-۵۰؛ مرقس ۲: ۶-۱۲)۔ آپ اپنے شاگردوں کے باطنی خیالات جانتے تھے (انجیل جلیل مرقس ۹: ۳۳-۳۷)۔ آپ کو اپنے مخالفین کے پنہانی ارادوں اور سازشوں کا علم تھا (انجیل جلیل متّی ۲۶: ۲۱-۲۵؛ یُوحنّا ۱۳: ۲۴-۲۶)۔ آپ کے حواریین، تابعین اور مخالفین تک حیران تھے کہ آپ کو یہ علم کہاں سے آگیا ہے (انجیل جلیل یُوحنّا ۱: ۴۸، ۵: ۴۲؛ ۱۶: ۳۰) چنانچہ انجیل جلیل یُوحنّا ۲: ۲۴-۲۵ میں مرقوم ہے کہ "یسُوع اپنی نسبت ان پر اعتبار نہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ وہ سب کو جانتا تھا۔ اور اس کی حاجت نہ رکھتا تھا کہ کوئی انسان کے حق میں گواہی دے۔ کیونکہ وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل میں کیا ہے۔"

اس صداقت کی تصدیق قرآن شریف بھی کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ آلِ عمران آیت ۴۹ کے آخری حصّہ میں مرقوم ہے "اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور رکھ آؤ اپنے گھر میں۔ اِس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔"

لیکن قابلِ تحسین بات یہ ہے کہ گو آپ سب کچھ جانتے تھے اور اس کی حاجت نہ رکھتے تھے کہ کوئی آپ کو بتائے تاہم آپ نے اِس غیبی علم

کو اپنے ذاتی مفاد اور اغراض و مقاصد کے لئے کبھی استعمال نہ کیا۔ اس کے برعکس آپ نے اسے خدا کی بادشاہی کی استواری اور نوعِ انسان کی نجات اور اخلاق سدھارنے کی خاطر استعمال فرمایا۔

۵۔ **دُنیا کا انصاف کرنے کا دعوٰے:** مسیحیت اور اسلام دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ خداوند یسُوعؑ المسیح اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ مسیحی اصطلاح میں اسے "آمدِ ثانی" کہا جاتا ہے۔ آپکی اس آمدِ ثانی کا ایک مقصد یہ ہے کہ آپ اس دنیا کا یعنی نیکوں اور بدوں دونوں کا انصاف کرنے کے لئے آئیں گے۔ چنانچہ انجیل جلیل متیّ ۲۵: ۳۱-۴۶ میں المسیح فرماتے ہیں "جب ابنِ آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اُس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جُدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جُدا کرتا ہے۔ اُس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو جو بادشاہی بنائے عالم سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اُسے میراث میں لو۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اَے ملعُونو میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے"۔

چونکہ ہر ایک آدمی گنہگار ہے اور گناہ کا نتیجہ موت ہے اس لئے ہر آدمی موت کا مزا چکھے گا۔ اور اس کے بعد عدالت ہوگی۔ "آدمیوں کے لئے ایک بار مرنا اور اس کے بعد عدالت کا ہونا مقرّر ہے" (انجیل جلیل عبرانیوں ۹: ۲۷) اگرچہ عدالت اللہ تعالےٰ کا کام ہے تاہم اس نے آخری عدالت کا کام کلمۃ اللہ کے سپرد کیا ہے۔ "باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے ۔۔۔ اُسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا" (انجیل جلیل

یُوحنّا ۵: ۲۲، ۲۷)۔ حواری پطرس رُوحُ القُدس کی معرفت اعمال ۱۷: ۳۱ میں فرماتے ہیں: "اُس نے ایک دن ٹھہرایا ہے جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت اُس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اُس نے مقرر کیا ہے اور اُسے مُردوں میں سے جِلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے"۔

اس آخری عدالت کا انحصار دو باتوں پر ہوگا یعنی اعمال اور المسیح پر ایمان۔ جن لوگوں کو موسوی شریعت نہیں ملی تھی ان کی عدالت بغیر شریعت کے ہوگی۔ "جنہوں نے بغیر شریعت پائے گناہ کیا وہ بغیر شریعت کے ہلاک بھی ہوں گے" (انجیل جلیل رُومیوں ۲: ۱۲) کیونکہ اُن کے پاس عام مکاشفہ کی روشنی اور دلوں پر لکھی ہوئی شریعت تھی (انجیلِ جلیل رومیوں ۱: ۲۰؛ ۲: ۱۵)۔ پھر جن کے پاس موسوی شریعت تھی ان کی عدالت اُس شریعت کے مُطابق ہوگی" جنہوں نے شریعت کے ماتحت ہوکر گناہ کیا ان کی سزا شریعت کے مطابق ہوگی" (انجیلِ جلیل رومیوں ۲: ۱۲)۔

لیکن چونکہ انسان اُس روشنی کے مُطابق زندگی بسر نہیں کرتا جو اللہ تعالےٰ نے اُسے بخشی ہے اس لئے وہ سزا کا مستحق ہے۔ غیر قوموں نے عام مکاشفہ کے برخلاف کام کئے (رُومیوں ۱: ۲۱ مابعد) اور یہودی شریعت پر عمل کرنے سے قاصر رہے (دیکھئے انجیل جلیل گلتیوں ۳: ۱۰-۱۲)۔ اب چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رحم میں المسیح کے مخلصی کے کام کے ذریعہ ایک راہِ نجات مہیّا کی ہے اس لئے ان لوگوں کی عدالت کی بنیاد جو اِس آخری زمانہ میں رہتے ہیں مسیح کے ساتھ تعلّق پر ہے: "جو اُس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا اس لئے کہ وہ خُدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا" (یُوحنّا ۳: ۱۸)۔

اور یہ شرف صرف یسوع المسیح ہی کو حاصل ہے کہ آپ روزِ آخرت تمام قوموں کا انصاف کریں گے۔ یہ ایک ایسا استحقاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی اور انسان کو نہیں بخشا۔

۲۔ تعلیماتِ مسیح

۱۔ المسیح اپنی تعلیمات کا مرکز خود ہیں:۔ خداوند یسوع مسیح کی تعلیمات کی سب سے بڑی خصوصیت جو آپ کو دیگر انبیاء سے منفرد و ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اس کا زیادہ تر تعلق آپ کی اپنی ذاتِ مبارک سے ہے۔ جب آپ نے اپنی خدمت کا آغاز کیا تو فرمایا: "توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے" (انجیل جلیل متی ۴ : ۱۷) تو اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس کا مرکز آپ خود ہی ہیں۔ چنانچہ آپ کی تصلیب سے بیشتر مقدمہ کی سماعت کے دوران آپ کے مخالفین نے آپ پر الزام لگایا کہ "اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔ لہٰذا رومی گورنر نے آپ سے سوال کیا "کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟" (انجیل جلیل لوقا ۲۳ : ۲-۳)۔ اس پر آپ نے جواب دیا "میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی اس دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں" (انجیل جلیل یوحنا ۱۸ : ۳۶)۔ بالفاظِ دیگر آپ نے رومی گورنر کو بتایا کہ آپ دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں بلکہ آپ کی بادشاہی آسمانی اور روحانی ہے چنانچہ جب ایک ڈاکو نے جو آپ کے ساتھ مصلوب ہوا تھا درخواست کی "اے یسوع جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد رکھنا" تو آپ نے اُسے

جواب دیا کہ "آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا" (انجیل جلیل لوقا ۲۳ : ۴۲-۴۳)۔

پس نہ صرف اُس آسمانی بادشاہی کے آپ بادشاہ ہیں جس کی منادی آپ کرتے تھے بلکہ اُس میں داخل ہونے کا وسیلہ بھی۔ پطرس رسول اُن لوگوں سے جنہوں نے مسیح خداوند کو اپنا نجات دہندہ قبول کیا یوں فرماتے ہیں:

"پس اے بھائیو! اپنے بلاوے اور برگزیدگی کو ثابت کرنے کی زیادہ کوشش کرو کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو کبھی ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ بلکہ اس سے تم ہمارے خداوند اور منجی یسوع مسیح کی ابدی بادشاہی میں بڑی عزت کے ساتھ داخل کئے جاؤ گے" (انجیل جلیل ۲۔پطرس ۱ : ۱۰-۱۱؛ مزید دیکھئے کلسیوں ۱ : ۱۳-۱۴؛ ۲۔تمیتھیُس ۲ : ۱۲)۔

دیگر مذاہب کے بانی اور انبیائے کرام دُور کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ "حق وہ ہے۔ اُس کی پیروی کرو"۔ لیکن مسیح خداوند نے اپنی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ "حق میں ہوں میری پیروی کرو"۔ ہم یہاں آپ کے فرمودات سے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ "اے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ میں تم کو آرام دوں گا۔ میرا جُوا اپنے اوپر اُٹھا لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائینگی کیونکہ میرا جُوا ملائم ہے اور میرا بوجھ ہلکا" (انجیل جلیل متی ۱۱: ۲۸-۳۰)۔

۲۔ "زندگی کی روٹی میں ہوں۔ جو میرے پاس آئے وہ ہرگز بھوکا نہ ہوگا اور جو مجھ پر ایمان لائے وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا" (انجیل جلیل یوحنا ۶ : ۳۵)۔

۳۔ "زندگی کا نور میں ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا۔

بلکہ زندگی کا نور پائے گا" (انجیلِ جلیل یوحنا ۸ : ۱۲)۔

۴۔ "قیامت اور زندگی تو مَیں ہُوں ۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا ۔ اور جو کوئی زندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا" (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۱ : ۲۵-۲۶)۔

۵۔ "راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا" (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۴ : ۶)۔

۶۔ "جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں ۔ اور جو کوئی اپنی صلیب نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ چلے وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائے گا۔"

(انجیلِ جلیل متی ۱۰ : ۳۷ - ۳۹)۔

ہم نے یہاں انجیلِ منوّرہ سے چند آیاتِ مبارکہ پیش کیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند یسُوع المسیح اپنی تعلیمات کا مرکز خود ہی تھے۔ اب ہم آپ کی تعلیمات سے چند نمونے پیش کرتے ہیں ۔

ب۔ تعلیماتِ مسیح کے چند نمونے

۱۔ <u>محبّت رکھنے کی تعلیم</u> :۔ اگر آپ دنیا کے کُل مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ صرف مسیحیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ انکشاف کیا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ محبت ہے (دیکھئے انجیل شریف ۱۔ یوحنا ۴ : ۸)۔ اب چونکہ سچا مذہب وہی ہے جو ذاتِ باری تعالےٰ سے صادر ہوتا

ہے اس لئے وہ لازماً محبّت پر زور دے گا۔ بدیں وجہ مسیحیت میں محبت پر بے حد زور دیا گیا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہو گا کہ مسیحیت کی بنیاد ہی محبت ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں: "خُدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے" (انجیلِ جلیل یوحنا ۳ : ۱۶)۔ اور بیٹے یعنی کلمۃ اللہ نے ہم گنہگاروں سے اپنی محبت کا اظہار یوں کیا کہ "جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مؤا" (انجیل شریف رومیوں ۵ : ۶)۔ یہ حضور المسیح ہی کا فرمان ہے کہ "اِس سے زیادہ محبّت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دیدے" (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۵ : ۱۲)۔

چونکہ خداوند یسُوع المسیح خود سرتاپا محبت تھے اور آپ میں الوہیّت کی ساری معموری سکونت کرتی تھی (انجیلِ جلیل کلسیّوں ۱ : ۱۹) اس لئے آپ نے اُس محبّت کا نہ صرف عملی اظہار صلیب پر کیا بلکہ اپنے حواریّین اور تابعین کو بھی تاکید فرمائی کہ وہ اپنے تعلقات میں دوسروں سے محبت کا اظہار کریں۔ فرمایا "اگر آپس میں محبّت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو" (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۳ : ۳۵)۔

مسیح خداوند نے ہر ایک انسان سے بلا امتیاز مذہب، رنگ و نسل محبّت رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ تاہم آپ کی تعلیم کو تفصیلاً اور زیادہ بہتر طور پر سمجھنے کے لئے اسے چار درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔

(ا)۔ <u>خُدا سے محبّت :</u>۔ اللہ تعالےٰ انسان کا خالق و مالک ہے ۔ اِس ناتے سے وُہ اُس سے محبت رکھتا ہے اور انسان کے گنہگار بن جانے کے باوجود بھی وہ اس سے پیار کرتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس نے اپنی محبت کے

اظہار میں بھی پہل کی۔ "محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خُدا سے محبت کی بلکہ
اِس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے
لئے اپنے بیٹے کو بھیجا" (انجیل جلیل ۱۔ یُوحنّا ۴ : ۱۰)۔ پس ہر ایک آدمی
کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا جواب محبت سے دے۔ انسان
کی محبت کا محور و مرکز حق تعالےٰ ہی کو ہونا چاہیئے۔

ایک مرتبہ ایک عالمِ شرع آپ کے پاس آیا اور آزمانے کے لئے سوال
کیا کہ "اَے اُستاد! مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟" چونکہ
آپ اس کی دلی حالت سے آگاہ تھے اس لئے اس سے دریافت کیا کہ "توریت
میں کیا لکھا ہے؟" اس نے جواب دیا "خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے
دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔" آپ نے
فرمایا "تُو نے ٹھیک جواب دیا۔ یہی کر تو جیتا رہے گا" (انجیل جلیل لُوقا
۱۰ : ۲۵-۲۸)۔

اگر کوئی حقیقتاً اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتا ہے تو اس کے قول و
فعل اور دیگر آدمیوں کے ساتھ تعلقات میں لازماً اس کا اظہار ہوگا۔ "اگر
کوئی کہے کہ میں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور وہ اپنے بھائی سے عداوت
رکھے تو جھوٹا ہے کیونکہ جو اپنے بھائی سے جسے اس نے دیکھا ہے
محبت نہیں رکھتا وہ خدا سے بھی جسے اُس نے نہیں دیکھا۔ محبت نہیں
رکھ سکتا" (انجیل جلیل ۱۔ یُوحنّا ۴ : ۲۰)۔

ب۔ پڑوسی سے محبت:۔ ہم عام طور پر پڑوسی اُسے سمجھتے ہیں، جو
ہمارے پہلو میں رہتا ہو یا ہمارا ہمسایہ ہو۔ مذکورہ عالمِ شرع بھی یہی سمجھتا
تھا۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو راستباز ٹھہرانے کی غرض سے خداوند یسُوع مسیح

سے سوال کرتا ہے کہ "میرا پڑوسی کون ہے؟" آپ نے اُسے جواب دیا۔
"ایک آدمی یروشلیم سے یریحو کی طرف جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھر
گیا۔ اُنہوں نے اس کے کپڑے اتار لئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑ کر
چلے گئے۔ اتفاقاً ایک کاہن (مذہبی پیشوا) اُسی راہ سے جا رہا تھا اور
اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ اسی طرح ایک لاوی (ہیکل کا خادم) اُس
جگہ آیا۔ وہ بھی اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سامری (انہیں یہودی
نیچ اور قابلِ نفرت سمجھتے تھے) سفر کرتے کرتے وہاں آ نکلا اور اُسے دیکھ
کر اُس نے ترس کھایا۔ اور اس کے پاس آ کر اس کے زخموں کو تیل اور
مے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا اور اس
کی خبر گیری کی۔ دوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دیئے اور کہا اس
کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہوگا مَیں پھر آ کر تجھے ادا کر دُوں گا۔
ان تینوں میں اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا تیری دانست میں کون
پڑوسی ٹھہرا؟ اس نے کہا وہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ یسُوع نے اُس سے
کہا جا۔ تو بھی ایسا ہی کر" (انجیل جلیل لُوقا ۱۰ : ۲۹-۳۷)۔

یہاں مسیح خُداوند نے پڑوسی کو اس کے وسیع تر معنوں میں استعمال کیا۔
یعنی ہر وہ شخص جس کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں، یا جسے ہم جانتے ہیں یا جو
ہمیں ملتا ہے ہمارا پڑوسی ہے۔ با الفاظِ دیگر تمام نوعِ انسان ہمارے پڑوسی
ہیں۔ پس جب آپ نے یہ فرمایا کہ "اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"
(انجیل جلیل متی ۱۹ : ۱۹؛ لوقا ۱۰ : ۲۷) تو آپ کا یہی مطلب تھا کہ آپ
کے پیروکار تمام نوعِ انسان سے محبت کا اظہار کریں۔ یہ عالمگیر اخوّت اور
ہمدردی کا ایک ایسا اعلےٰ و ارفع درس ہے جو صرف آپ ہی دے سکے۔

ج ۔ دشمنوں سے محبت :۔ چونکہ انسان گنہگار ہے اس لئے اُسے اپنے دشمنوں سے پیار و محبت کا سلوک کرنا بے حد مشکل لگتا ہے ۔اس کے برعکس اُس کے دل میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے شعلے ہر وقت بھڑکتے رہتے ہیں ۔لیکن مسیح خداوند نے اس انسانی فطرت کے برخلاف یہ فرمایا کہ "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کرو" (انجیلِ جلیل متی ۵ : ۴۴) ۔

شاید ایک نفسانی انسان کے لئے یعنی وہ جو حضرت آدم کی بگڑی ہوئی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے اُسے حضورُ المسیح کے اس حکم پر عمل کرنا ناممکن نظر آتا ہو ۔لیکن وہ جنہوں نے آپ کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کیا ہوا ہے اس حکم پر عمل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں الٰہی محبت ڈال دی گئی ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔ "کیونکہ رُوحُ القدس جو ہم کو بخشا گیا ہے اس کے وسیلے سے خدا کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی گئی ہے" (انجیلِ جلیل رومیوں ۵ : ۵) ۔پس وہ اپنی زندگی میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ اس الٰہی محبت کا اظہار کر سکتا ہے ۔خداوند یسوع نے جو ہمارا نمونہ ہیں ، اپنی اس تعلیم پر خود عمل کر کے دکھایا ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں آپ نے اپنے دشمنوں سے جنہوں نے آپ کو مارا کوٹا ، کوڑے لگائے منہ پہ تھوکا اور ہر طرح کا تشدد روا رکھا یہاں تک کہ مصلوب بھی کر دیا ۔ محبت کا اظہار کرتے ہیں ۔آپ نے صلیب پر سے فرمایا "اے باپ ! ان کو معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں" (انجیلِ جلیل لوقا ۲۳ : ۳۴) ۔

د ۔ بھائیوں سے محبت :۔ بھائیوں سے مُراد مومنین کی وہ جماعت ہے جو خداوند مسیح پر ایمان لا چکے ہیں ، لہٰذا ہم ایمان ہونے کے باعث ایک

دوسرے کے بھائی ہیں ۔ اگرچہ ان میں الٰہی محبت تو موجود ہوتی ہے ، تاہم بشر ہونے کے باعث پُرانی انسانیت یعنی بگڑی ہوئی فطرت بھی پائی جاتی ہے اس لئے وہ کبھی کبھار سر اُٹھانے لگتی ہے ۔ نتیجۃً وہ اپنے بھائیوں سے ویسی محبت نہیں رکھتے جیسی رکھنا اُن پر فرض ہے ۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا :

"ایک دوسرے سے محبت رکھو کہ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو ۔ اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو" (انجیلِ جلیل یُوحنا ۱۳ : ۳۴ - ۳۵) ۔

۴ ۔ عفو و درگزر اور برداشت کی تعلیم

دُوسروں سے بلا امتیاز محبت رکھنے کی طرح ہمیں لوگوں کو ان کے ظلم و ستم ڈھانے پر معاف کرنا بے حد مشکل نظر آتا ہے ، خاص طور پر جبکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ بے قصور ہیں اور بلا وجہ تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں ۔

موسوی شریعت میں "ادلے کا بدلہ" کا قانون رائج تھا ۔مثلاً توریت شریف ، احبار ۲۱ : ۲۲ - ۲۵ میں مرقوم ہے "اگر لوگ آپس میں مارپیٹ کریں اور کسی حاملہ کو ایسی چوٹ پہنچائیں کہ اُسے اسقاط ہو جائے پر اور کوئی نقصان نہ ہو تو اُس سے جتنا جُرمانہ اُس کا شوہر تجویز کرے لیا جائے اور جس طرح قاضی فیصلہ کریں جُرمانہ بھر دے لیکن اگر نقصان ہو جائے تو تُو جان کے بدلے جان لے ، اور آنکھ کے بدلے آنکھ ۔ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں ۔ جلانے کے بدلے

جلانا۔ زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ" (مزید دیکھئے استثناء ۱۹: ۱۹-۲۱)

لیکن مسیح خداوند نے عفو و درگذر اور برداشت کی تعلیم دی۔ آپ نے فرمایا: "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے گال پہ طمانچہ مارے دُوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دینا" (انجیلِ جلیل متّی ۵: ۳۸-۳۹)۔

حضور المسیح کے حواری یہودی تھے اور موسوی شریعت کے پیروکار۔ لیکن جب اُنہوں نے آپ کی تعلیمات کو سُنا تو اُن کے دلوں میں دوسروں کے قصوُر معاف کرنے کے بارے میں الجھن پیدا ہوئی۔ پس آپ کے ایک حواری پطرس نے آپ سے دریافت کیا "اَے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو میں کتنی دفعہ اُسے معاف کروں؟ کیا سات بار؟" آپ نے اُسے جواب دیا "مَیں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستر بار" (انجیلِ جلیل متّی ۱۸: ۲۱-۲۲)۔ اور جب حواریوں نے آپ سے دُعا سکھانے کی درخواست کی تو آپ نے اُنہیں دُعا سکھانے کے بعد فرمایا:

"اگر تم آدمیوں کے قصوُر معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصوُر معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصوُر معاف نہ کرے گا" (انجیلِ جلیل متّی ۶: ۱۴-۱۵)۔

اور جب آپ کے حواریّن نے آپ کے فرمان کے مطابق انجیل کی منادی کی تو اُنہوں نے بھی آپ کی عفو و درگذر کی تعلیم کو بنیاد بنا کر مومنین کو تاکید کی کہ "ایک دوسرے پر مہربان اور نرم دل ہو اور جس طرح خدا

نے مسیح میں تمہارے قصوُر معاف کئے تم بھی ایک دُوسرے کے قصوُر معاف کرو۔" "اگر کسی کو دُوسرے کی شکایت ہو تو ایک دُوسرے کی برداشت کرے اور ایک دُوسرے کے قصوُر معاف کرے۔" "اَے عزیزو اپنا انتقام نہ لو بلکہ غضب کو موقع دو کیونکہ لکھا ہے کہ خداوند فرماتا ہے انتقام لینا میرا کام ہے۔ بدلہ مَیں ہی دوں گا۔ بلکہ اگر تیرا دشمن بھُوکا ہو تو اُس کو کھانا کھلا۔ اگر پیاسا ہو تو اُسے پانی پلا کیونکہ ایسا کرنے سے تو اُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ۔" "خبردار! کوئی کسی سے بدی کے عوض بدی نہ کرے بلکہ ہر وقت نیکی کرنے کے دَرپے رہو۔" "بدی کے عوض بدی نہ کرو اور گالی کے بدلے گالی نہ دو بلکہ اُس کے برعکس برکت چاہو کیونکہ تم برکت کے وارث ہونے کے لئے بلائے گئے ہو" (انجیلِ جلیل افسیوں ۴: ۳۲؛ کلُسّیوں ۳: ۱۳؛ رومیوں ۱۲: ۱۷-۲۱؛ ۱-تھسلنیکیوں ۵: ۱۵؛ ۱-پطرس ۳: ۹)۔

یہ خداوند یسوُع مسیح کی تعلیم کا امتیازی نشان ہے کہ آپ نے دوسروں سے بدلہ نہ لینے اور اُنہیں معاف کرنے کی تعلیم دی۔ یہ تعلیم ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتی۔

۳۔ ریاکاری کے خلاف تعلیم

اگرچہ ریاکاری ہر صورت میں قابلِ مذمّت ہے، تاہم عبادت کے کاموں میں ریاکاری بہت ہی خطرناک ہے کیونکہ اس طرح ریاکار انسان نہ صرف اس زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ راستباز ہے بلکہ حق تعالےٰ کو

بھی دھوکا دینے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نظر میں ریاکاری بے حد نفرتی گناہ ہے۔ خُداوند مسیح نے اپنے مشہور پہاڑی وعظ میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے تعلیم دی ہے۔ فرمایا:۔

"خبردار! اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کوئی اجر نہیں۔

پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسا ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں۔ مَیں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صُورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔

اور جب تم دُعا کرو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو۔ کیونکہ وہ عبادتخانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دُعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو دُعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا کر۔ اُس صُورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔

اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس

نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں۔ مَیں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا"
(انجیلِ جلیل متیؔ ۶: ۱-۱۸)۔

انسان کا ہر ایک فعل اور خاص طور پر عبادت کو ریاکاری سے پاک ہونا چاہیئے، کیونکہ عبادت کا تعلق دل سے ہے۔ اگر دل صاف نہیں تو خواہ ہم کتنی ہی عبادت کیوں نہ کریں بے فائدہ ہے۔ خداوند مسیح فرماتے ہیں: "خُدا رُوح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور سچائی سے پرستش کریں"
(انجیلِ جلیل یُوحنّا ۴: ۲۴)۔

۴۔ خُدا پر انحصار کرنے کی تعلیم

خُداوند یسُوعؔ مسیح ایک مکمل انسان بھی تھے۔ انجیلِ جلیل آپ کی انسانیت کو بڑی وضاحت سے بیان کرتی ہے: "خدا ایک ہے اور خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسُوع جو انسان ہے" (انجیل جلیل ۱۔تمتھیُس ۲: ۵) اس لئے آپ انسان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے لیکن آپ اُن چیزوں کی بہم رسانی کا تعلّق اللہ تعالیٰ سے جوڑتے ہیں یعنی اگر ایک آدمی اپنی زندگی میں اوّلیت حق تعالےٰ کو دے تو وہ اُس کے لئے ایسے ذرائع پیدا کر دے گا کہ اُس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی رہیں۔ آپ نے فرمایا

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں ۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا ۔"

"کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت ۔ یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا ۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے ۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے ؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے ؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں ؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ۔ نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ اُن کو کھلاتا ہے ۔ کیا تم اُن سے زیادہ قدر نہیں رکھتے ؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے ؟ اور پوشاک کے لئے کیوں فکر کرتے ہو ؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں ۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں ۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کی مانند ملبس نہ تھا ۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو تم کو

کیوں نہ پہنائے گا ؟ اس لئے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے ؟ کیونکہ اِن سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم اِن سب چیزوں کے محتاج ہو ۔ بلکہ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی ۔ پس کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لے گا ۔ آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے " (انجیل جلیل متی ۶: ۱۹-۲۱، ۲۴-۳۴) ۔

۵ ۔ عیب جوئی نہ کرنے کی تعلیم

انسان فطرتاً اپنے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور دوسروں کے عیب نکالنے اور اُن پر انگلی رکھنے میں خوشی محسوس کرتا ہے ۔ لیکن خداوند مسیح اس کے برخلاف تعلیم دیتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا

" عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے ۔ کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اُسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی ۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا ۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا ؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں ؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ

کرنکال سکے گا،، (انجیلِ جلیل متّی ۷ : ۱ - ۵) ۔

علاوہ ازیں یسُوع المسیح نے ایثارِ نفسی ، بُردباری ، حلم و فروتنی اور خود انکاری کی تعلیم دی ۔ آپ نے بڑی تاکید کے ساتھ یہ فرمایا کہ جو کوئی دنیاوی اغراض کی خاطر اپنی جان بچائے گا وہ اُسے کھوئے گا اور جو اپنی جان ثوابِ عاقبت کے لئے نثار کرے گا وہ اُسے بچائے گا (دیکھئے انجیلِ جلیل متّی ۱۶ : ۲۴ - ۲۶ ؛ ۵ : ۵) ۔

جو تعلیم مسیح خداوند نے اپنے حواریوں اور اُن سب کو دی جو آپ کے پاس آتے اور آپ کی باتیں سُنتے تھے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے ۔ لوگ آپ کی تعلیم سُن کر حیران ہوتے تھے ، اور یہاں تک کہ یہودی عالم بھی دنگ رہ جاتے تھے ۔ چنانچہ انجیلِ جلیل لوقا ۴ : ۲۲ میں مرقوم ہے : ” اُن پُرفضل باتوں پر جو اُس کے مُنہ سے نکلتی تھیں تعجب کر کے کہنے لگے کیا یہ یُوسف کا بیٹا نہیں ؟“ ۔

یسُوع المسیح کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ صاحبِ اختیار کی طرح تعلیم دیتے تھے ۔ جب آپ نے اپنا مشہور پہاڑی وعظ کیا تو لکھا ہے کہ ” ایسا ہُوا کہ بھیڑ اُس کی تعلیم سے حیران ہوئی ۔ کیونکہ وہ اُن کے فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحبِ اختیار کی طرح ان کو تعلیم دیتا تھا ،، (انجیلِ جلیل متّی ۷ : ۲۸ - ۲۹) ۔ اور آپ کا کلام ایسا عجیب و غریب تھا کہ آپ کے دشمنوں کو بھی کہنا پڑا ” انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا “ (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۷ : ۴۶) ۔

ناظرین ! آپ پر مسیح خداوند کے دعاوی اور تعلیمات سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ وہ بے مثل ہیں ۔ یہ دعوے اور ان تعلیمات کی نظیر ہمیں کسی اور مذہب میں نہیں ملتی ۔

دلیلِ چہارم

معجزاتِ مسیح

مسیحی مذہب کے نزدیک معجزہ فوق العادت اظہارات کا نام ہے ۔ معجزہ ، اعجاز سے مشتق ہے ۔ اس کے معنی عاجز و قاصر کر دینے کے ہیں ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا کسی نبی کے ذریعہ لوگوں کو قائل کرنے کے لئے ایسا فعل کرنا جس کے کرنے سے لوگ عاجز و قاصر ہوں ۔ معجزات انبیا سے کبھی کبھی صادر ہوتے ہیں ۔ یہ روز مرّہ کا معمول نہیں ہوتے اس لئے جب لوگ معجزہ دیکھتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کے قائل ہو جاتے ہیں ۔

یہ مُسلّمہ اصول ہے کہ بڑے بڑے پیغاموں کو ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی شہادتوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ چنانچہ جب کوئی شخص عہدہِ سفارت پر مامور ہو کر کسی دوسرے ملک میں جاتا ہے تو اُسے اس بات کو ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور جب یہ بات ثابت ہو جاتی ہے تو ایک ایک لفظ جو اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ اُس ملک کی طرف سے مانا جاتا ہے ۔ بعین معجزہ بھی خدا کے نبی یا رسُول کی رسالت کا نشان یا ثبوت ہوتا ہے ، خاص طور پر اُن کے لئے جو کوئی نئی شریعت لاتے ہیں اور ان کی کہی ہر بات اللہ تعالےٰ کی طرف سے مانی جاتی ہے ۔

اب مسیحی مذہب کا دعوےٰ ہے کہ المسیح اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے ۔ پس انہوں نے اپنی بعثت کو ثابت کرنے

کیلئے معجزات دکھائے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کا جبلی خاصہ ہے کہ جب کوئی من جانب اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے تو وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تو اپنے دعویٰ کی تصدیق میں خدا تعالےٰ کی طرف سے کونسا نشان لایا ہے! یہی سبب تھا کہ یہودیوں نے آپ سے پوچھا کہ پھر تو کونسا نشان دکھاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تیرا یقین کریں؟" (انجیل جلیل یوحنا ۶: ۳۰)۔

مسیح خداوند نے ان کے سوال کو غیر واجب جان کر نظر انداز نہیں کیا بلکہ فرمایا "جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں" (یوحنا ۱۰: ۲۵)۔ اور جب حضرت یوحنا اصطباغی (یحیٰی نبی) نے قید خانہ میں آپ کے کاموں کا حال سُنا تو اپنے شاگردوں کی معرفت دریافت کیا کہ آنے والا تُو ہی ہے یا ہم دوسروں کی راہ دیکھیں"؟ تب آپ نے اُن معجزات کی طرف اُن کی توجہ دلائی جو آپ سے صادر ہوتے تھے تاکہ آپ کے المسیح ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ فرمایا "جو کچھ تم سُنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو۔ کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کئے جاتے اور بہرے سُنتے ہیں اور مُردے زندہ کئے جاتے ہیں ..."
(انجیل جلیل متی ۱۱: ۴ - ۵)۔

یہودی بھی اس اَمر کے قائل تھے۔ چنانچہ اُن کے ایک سردار نیکدیمس کی خداوند مسیح کے ساتھ گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غیر معمولی واقعات کو جو نبی سے صادر ہوتے ہیں اس کی رسالت کا پختہ ثبوت جانتا تھا۔ اسی لئے اُس نے کہا "اے ربی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے کیونکہ جو معجزے تُو دکھاتا ہے کوئی شخص نہیں دکھا سکتا جب تک خدا اُس کے ساتھ نہ ہو" (انجیل یوحنا ۳: ۲)۔ پھر حواریوں کی رسالت کے ثبوت میں بھی جو کہ المسیح کے فرستادہ تھے یہی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

لکھا ہے "اور ساتھ ہی خدا بھی اپنی مرضی کے موافق نشانوں اور عجیب کاموں اور طرح طرح کے معجزوں اور رُوح القدس کی نعمتوں کے ذریعہ اُس کی گواہی دیتا رہا" (انجیل جلیل عبرانیوں ۲: ۴)۔

قرآن شریف بھی یسوُع المسیح کے معجزات کی تصدیق کرتا ہے:-

"اور دیئے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روحِ پاک سے" (سورۃ البقرہ آیت ۸۷ اور ۲۵۳؛ مزید دیکھئے سورۃ زخرف آیت ۶۳)۔ اور انہیں دنیا کے تمام لوگوں کے لئے نشانی اور مُہر بیان کرتا ہے "بولی کہاں سے ہوگا لڑکا، اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہ تھی۔ بولا یونہی فرمایا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو ہم کیا چاہیں لوگوں کو نشانی اور مہر ہماری طرف سے" (سورۃ مریم آیات ۲۰ - ۲۱؛ مزید دیکھئے سورۃ الانبیاء آیات ۹۱ - ۹۲)۔

مزید براں قرآن شریف مجمل طور پر آپ کے معجزات[1] کا بھی ذکر کرتا ہے۔ مثلاً تکلم فی المھد "اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے" (سورۃ آلِ عمران آیت ۴۶)۔ اور مُردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرنا، کوڑھیوں کو شفا دینا: "اور رسُول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف کہ میں آیا ہوں تم پاس نشان لے کر تمہارے ربّ کا کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی کی صورت جانور کی، پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی، اور جلاتا ہوں مُردے اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور رکھ آؤ

[1] معجزات تکلم فی المھد اور نزول اخوان کا تذکرہ انجیل جلیل میں نہیں ہے۔

اپنے گھر میں ، (آلِ عمران آیت ۴۹) ۔ اور آسمان سے خوان کا نازل کرنا "جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تیرے ربّ سے ہو سکے ، کہ اُتارے ہم پہ خوان بھرا آسمان سے ؟ بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اُس میں سے اور چین پاویں ہمارے دل ، اور ہم جانیں کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہم رہیں اُس پر گواہ ۔ بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا ، اے اللہ رب ہمارے ، اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی تیری طرف سے ۔ اور روزی دے ہم کو اور تو بہتر رزق دینے والا ۔ کہا اللہ نے میں اتاروں گا وہ خوان تم پر ۔۔۔" (سورۃ المائدہ آیات ۱۱۰ - ۱۱۴) ۔

مسیح خداوند نے اپنی تبلیغی خدمت کے دوران جو معجزات کئے وہ تعداد میں بے شمار تھے ۔ انجیلِ جلیل میں آپ کے سب معجزات قلمبند نہیں ہیں بلکہ مشتے نمونہ از خروارے چند ہی درج کئے گئے ہیں ۔ حضرت یوحنّا فرماتے ہیں "اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوعؔ نے کئے ۔ اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دُنیا میں گنجائش نہ ہوتی" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۲۱ : ۲۵) ۔ اور پھر اِن چند ایک معجزات کے لکھے جانے کا مقصد بھی بتا دیا: "اور یسوعؔ نے اور بہت سے معجزے شاگردوں کے سامنے دکھائے جو اس کتاب میں لکھے نہیں گئے ۔ لیکن یہ اس لئے لکھے گئے کہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی خُدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اُس کے نام سے زندگی پاؤ" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۲۰ : ۳۱) ۔

مزید براں جو معجزات آپ نے کئے وہ براہِ راست آپ کے حکم

سے صادر ہوتے اور فی الفور وقوع میں آتے تھے ۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے قصد کیا یا حکم دیا اور معجزہ ظہور پذیر نہ ہوا ہو ۔ مثلاً آپ نے ایک مفلوج سے فرمایا : "مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر چلا جا ۔ اور وہ اُٹھا اور فی الفور چارپائی اُٹھا کر اُن سب کے سامنے باہر چلا گیا" (انجیلِ جلیل مرقس ۲ : ۱۱-۱۲) ۔

اب ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے انجیلِ جلیل میں مندرج ربنا المسیح کے معجزات کو بیان کرتے ہیں :-

۱ ۔ مُردوں کو زندہ کرنا :-

"وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے لوگوں نے آکر کہا کہ تیری بیٹی مر گئی ہے ۔ اب اُستاد کو کیوں تکلیف دیتا ہے ؟ جو بات وہ کہہ رہے تھے اُس پر یسوعؔ نے توجّہ نہ کر کے عبادت خانہ کے سردار سے کہا خوف نہ کر ۔ فقط اعتقاد رکھ ۔۔۔ اور وہ عبادتخانہ کے سردار کے گھر میں آئے اور اُس نے دیکھا کہ ہُلّڑ ہو رہا ہے اور بہت سے لوگ رو پیٹ رہے ہیں ۔ اور اندر جا کر اُن سے کہا تم کیوں غُل مچاتے اور روتے ہو ؟ لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے ۔ وہ اس پر ہنسنے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر لڑکی کے ماں باپ کو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر جہاں لڑکی پڑی تھی اندر گیا ۔ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اُس سے کہا "تلیتا قُومی ۔ جس کا ترجمہ ہے اے لڑکی مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ ۔ وہ لڑکی فی الفور اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی کیونکہ وہ بارہ برس کی تھی" (انجیلِ جلیل مرقس ۵ : ۳۵-۴۲) ۔

مزید دیکھئے ایک بیوہ کے لڑکے کو زندہ کرنا (انجیلِ جلیل لوقا ۷ : ۱۱-۱۵) ،

چار دن کے مُردہ کو زندہ کرنا (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۱۱: ۱۷-۴۴)، بادشاہ کے ملازم کے بیٹے کو زندہ کرنا (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۴: ۴۶-۵۳)۔

۲۔ کوڑھیوں کو شِفا دینا:۔

"اور ایسا ہُوا کہ یروشلیم کو جاتے ہوئے وہ سامریہ اور گلیل کے بیچ سے ہو کر جا رہا تھا۔ اور ایک گاؤں میں داخل ہوتے وقت دس کوڑھی اُس کو ملے۔ اُنہوں نے دُور کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اَے یسُوع! اَے صاحب! ہم پر رحم کر۔ اُس نے انہیں دیکھ کر کہا جاؤ اپنے تئیں کاہنوں کو دکھاؤ اور ایسا ہُوا کہ وہ جاتے جاتے پاک صاف ہو گئے" (انجیلِ جلیل لوقا ۱۷: ۱۱-۱۴) مزید دیکھئے ایک کوڑھی کا شِفا پانا (انجیلِ جلیل متیّ ۸: ۱-۴)۔

۳۔ اندھوں بلکہ جنم کے اندھوں کو بینائی عطا کرنا:۔

"پھر اُس نے جاتے وقت ایک شخص کو دیکھا جو جنم کا اندھا تھا۔ اور اُس کے شاگردوں نے اُس سے پُوچھا کہ اَے ربّی! کس نے گناہ کیا تھا جو یہ اندھا پیدا ہُوا؟ اس شخص نے یا اس کے ماں باپ نے؟ یسُوع نے جواب دیا کہ نہ اس نے گناہ کیا تھا نہ اس کے ماں باپ نے بلکہ یہ اس لئے ہُوا کہ خدا کے کام اُس میں ظاہر ہوں۔۔ یہ کہہ کر اُس نے زمین پر تھُوکا اور تھُوک سے مٹی سانی اور وہ مٹی اندھے کی آنکھوں پر لگا کر اُس سے کہا جا شیلوخ (جس کا ترجمہ بھیجا ہُوا ہے) کے حوض سے دھو لے۔ پس اُس نے جا کر دھویا اور بینا ہو کر واپس آیا" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۹: ۱-۷)۔ مزید دیکھئے ایک اندھے کا شِفا پانا (انجیلِ جلیل لُوقا ۱۰: ۳۵-۴۳)۔

۴۔ مُدّت کے بیماروں اور مفلوجوں کا شِفا پانا

"یروشلیم میں بھیڑ دروازہ کے پاس ایک حوض ہے جو عبرانی میں بیت حسدا کہلاتا ہے اور اُس کے پانچ برآمدے ہیں۔ ان میں بہت سے بیمار اور اندھے اور لنگڑے اور پژمُردہ لوگ (پانی کے ہلنے کے منتظر ہو کر) پڑے تھے۔ (کیونکہ وقت پر خداوند کا فرشتہ حوض پر اُتر کر پانی ہلایا کرتا تھا۔ پانی ہلتے ہی جو کوئی پہلے اُترتا سو شفا پاتا اس کی جو کچھ بیماری کیوں نہ ہو)۔ وہاں ایک شخص تھا جو اڑتیس برس سے بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کو یسُوع نے پڑا دیکھا اور یہ جان کر کہ وہ بڑی مُدّت سے اس حالت میں ہے اُس سے کہا کیا تو تندرست ہونا چاہتا ہے؟ اُس بیمار نے اُسے جواب دیا۔ اَے خُداوند میرے پاس کوئی آدمی نہیں کہ جب پانی ہلایا جائے تو مجھے حوض میں اُتار دے بلکہ میرے پہنچتے پہنچتے دُوسرا مجھ سے پہلے اتر پڑتا ہے۔ یسُوع نے اُس سے کہا اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر۔ وہ شخص فوراً تندرست ہو گیا اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چلنے پھرنے لگا،" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۵: ۲-۹) مزید دیکھئے بارہ برس سے بیمار عورت کا شِفا پانا (انجیلِ جلیل ۹: ۲۰-۲۲) مفلوج کا شِفا پانا (انجیلِ جلیل مرقس ۲: ۱-۱۲)۔

۵۔ شیاطین اور بدروحوں کے جکڑے ہُوؤں کو آزاد کرانا:۔

"اور جب وہ کشتی سے اترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی قبروں سے نکل کر اُس سے ملا۔ وہ قبروں میں رہا کرتا تھا اور اب کوئی اُسے زنجیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ بار بار بیڑیوں اور زنجیروں

سے باندھا گیا تھا لیکن اُس نے زنجیروں کو توڑا اور بیڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا اور کوئی اُسے قابو میں نہ لا سکتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ رات دن قبروں اور پہاڑوں میں چلّاتا اور اپنے تئیں پتھروں سے زخمی کرتا تھا۔ وہ یسوؔع کو دُور سے دیکھ کر دوڑا اور اُسے سجدہ کیا۔ اور بڑی آواز سے چلّا کر کہا اے یسوؔع خدا تعالےٰ کے بیٹے مجھے تجھ سے کیا کام؟ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال۔ کیونکہ وہ اُس سے کہتا تھا اے ناپاک رُوح اُس آدمی میں سے نکل آ۔ پھر اُس نے اُس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے اُس سے کہا میرا نام لشکر ہے کیونکہ ہم بہت ہیں۔ پھر اُس نے اس کی بہت منّت کی کہ ہمیں اس علاقہ سے باہر نہ بھیج۔ اور وہاں پہاڑ پر سؤروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا۔ پس اُنہوں نے منّت کر کے کہا ہم کو اُن سؤروں میں بھیج دے تاکہ ہم اُن میں داخل ہوں۔ پس اُس نے اُن کو اجازت دی اور ناپاک رُوحیں نکل کر سؤروں میں داخل ہو گئیں، اور وہ غول جو کوئی دو ہزار کا تھا کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور جھیل میں ڈوب مرا۔ اور اُن کے چرانے والوں نے بھاگ کر شہر اور دیہات میں خبر پہنچائی۔ پس لوگ یہ ماجرا دیکھنے کو نکل کر یسوؔع کے پاس آئے اور جس میں بد روحیں یعنی بد روحوں کا لشکر تھا اس کو بیٹھے اور کپڑے پہنے اور ہوش میں دیکھ کر ڈر گئے،، (انجیل جلیل مرقس ۵: ۲-۱۵) مزید دیکھئے ایک لڑکے میں سے گونگی بہری بد روح کا نکالنا (انجیل جلیل مرقس ۹: ۱۴-۲۹)۔

۶۔ ہوا اور پانی کو ڈانٹنا اور وہ اسکے حکم سے تھم گئے

" پھر ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اور اُس کے شاگرد کشتی میں سوار ہوئے اور

اُس نے اُن سے کہا آؤ جھیل کے پار چلیں۔ پس وہ روانہ ہوئے۔ مگر جب کشتی چلی جاتی تھی تو وہ سو گیا اور جھیل پر بڑی آندھی آئی اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وہ خطرے میں تھے۔ اُنہوں نے پاس آ کر اُسے جگایا اور کہا کہ صاحب صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں! اُس نے اُٹھ کر ہوا کو اور پانی کے زور شور کو جھڑکا اور دونوں تھم گئے اور امن ہو گیا" (انجیل جلیل لُوقا ۸: ۲۲-۲۵؛ مزید دیکھئے ایک اور موقع پر (انجیل جلیل متّی ۱۴: ۲۲-۳۳)۔

۷۔ پانی پر چلنا

" پھر جب شام ہوئی تو اُس کے شاگرد جھیل کے کنارے گئے۔ اور کشتی میں بیٹھ کر جھیل کے پار کفرنحوم کو چلے جاتے تھے۔ اُس وقت اندھیرا ہو گیا تھا اور یسوؔع ابھی تک ان کے پاس نہ آیا تھا۔ اور آندھی کے سبب سے جھیل میں موجیں اُٹھنے لگیں پس جب وہ کھیتے کھیتے تین چار میل کے قریب نکل گئے تو اُنہوں نے یسوؔع کو جھیل پر چلتے اور کشتی کے نزدیک آتے دیکھا اور ڈر گئے۔ مگر اُس نے ان سے کہا میں ہوں۔ ڈرو مت۔ پس وہ اُسے کشتی میں چڑھا لینے کو راضی ہوئے اور فوراً وہ کشتی اس جگہ جا پہنچی جہاں وہ جاتے تھے،، (انجیل جلیل یُوحنّا ۶: ۱۶-۲۱)۔

۸۔ چند روٹیوں سے چار ہزار سے زیادہ لوگوں کو سیر کرنا

" اور یسوؔع نے اپنے شاگردوں کو پاس بلا کر کہا مجھے اس بھیڑ پر ترس آتا ہے کیونکہ یہ لوگ تین دن سے برابر میرے ساتھ ہیں اور ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں اور میں ان کو بھوکا رخصت کرنا نہیں چاہتا۔ کہیں ایسا نہ

ہو کہ راہ میں تھک کر رہ جائیں۔ شاگردوں نے اُس سے کہا بیابان میں ہم اتنی روٹیاں کہاں سے لائیں کہ ایسی بڑی بِھیڑ کو سیر کریں؟ یسُوعؔ نے اُن سے کہا تمہارے پاس کتنی روٹیاں ہیں؟ انہوں نے کہا سات اور تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں ہیں۔ اُس نے لوگوں کو حکم دیا کہ زمین پر بیٹھ جائیں۔ اور ان سات روٹیوں اور مچھلیوں کو لے کر شکر کیا اور انہیں توڑ کر شاگردوں کو دیتا گیا اور شاگرد لوگوں کو۔ اور سب کھا کر سیر ہو گئے اور بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے سات ٹوکرے اُٹھائے اور کھانے والے سوا عورتوں اور بچوّں کے چار ہزار مرد تھے" (انجیلِ جلیل متّی ۱۵:۳۲-۳۸)۔ مزید دیکھئے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے تقریباً پانچ ہزار کو کھلانا (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۶:۱-۱۴)۔

۹۔ پانی کو مَے میں تبدیل کرنا

"پھر تیسرے دن قاناؔئے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسُوعؔ کی ماں وہاں تھی۔ اور یسُوعؔ اور اُس کے شاگردوں کی بھی اُس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مَے ہو چکی تو یسُوعؔ کی ماں نے اُس سے کہا ان کے پاس مَے نہیں رہی۔ یسُوعؔ نے اُس سے کہا اَے عورت مُجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اُس کی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور اُن میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسُوعؔ نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اُس نے ان سے کہا اب نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ لے گئے۔

جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مَے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی نکالا تھا جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دُلہا کو بُلا کر اُس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھّی مَے پیش کرتا ہے اور ناقص اُس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھّی مَے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسُوعؔ نے قانائے گلیل میں دِکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اُس پر ایمان لائے" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۲:۱-۱۱)۔

۱۰۔ تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھنا

"سبت کے دن تو انہوں نے حکم کے مطابق آرام کیا۔ لیکن ہفتہ کے پہلے دن وہ صُبح سویرے ہی ان خوشبُودار چیزوں کو جو تیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں۔ اور پتھر کو قبر پر سے لڑھکا ہُوا پایا۔ مگر اندر جا کر خداوند یسُوعؔ کی لاش نہ پائی۔ اور ایسا ہُوا کہ جب وہ اس بات سے حیران تھیں تو دیکھو دو شخص برّاق پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ جب وہ ڈر گئیں اور اپنے سر زمین پر جھکائے تو اُنہوں نے اُن سے کہا کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو؟ وہ یہاں نہیں بلکہ جی اُٹھا ہے" (انجیلِ جلیل لوقا ۲۴:۱-۶؛ مزید دیکھئے انجیلِ جلیل اعمال ۲:۲۳-۲۴؛ زبُور شریف ۱۶:۱۰)۔

۱۱۔ صعودِ آسمانی یعنی آسمان پر جانا

"پھر وہ انہیں بیت عنیاؔہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر اُنہیں برکت دی۔ جب وہ اُنہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُن سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اور وہ اسے سجدہ کر کے بڑی

خوشی سے یروشلیم کو لوٹ گئے" (انجیلِ جلیل لوقا ۲۴ : ۵۰-۵۲؛ مزید دیکھئے انجیل جلیل اعمال ۱: ۶-۹)۔

یسُوعؔ المسیح کے معجزات آپ کی فضیلت کے گواہ ہیں: "اَے اسرائیلیو! یہ باتیں سنُو کہ یسُوعؔ ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پہ اُن معُجزوں، عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوُا جو خدا نے اُس کی معرفت تم میں دکھائے" (انجیلِ جلیل اعمال ۲ :۲۲)۔ آپ کے معُجزات کسی خارجی شہادت کے محتاج نہیں۔ آپ کے ہر ایک معُجزہ سے آپ کی قدُرت اور اختیار اور انسان پہ خدا کے فضل اور رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔

کلمتہ اللہ کے یہ قدرت کے کام لوگوں کو اپنی اعجازی قوّت دکھانے کے لئے نہیں تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ محض اعجازی قوت کو دیکھنے کی خاطر معجزہ کرنے کو کہتے، آپ صاف انکار کر کے اُن کو سخت ملامت کرتے تاکہ وہ آپ کی الہٰی طاقت اور انسانوں کے شعبدوں اور کرامات میں تمیز کرنا سیکھیں اور توبہ کریں:

"اِس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اُس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیکر اُن سے کہا اس زمانہ کے برُے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یُوناؔہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یوناؔہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ نینوہؔ کے لوگ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں

کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو مجُرم ٹھہرائیں گے کیونکہ انہوں نے یُوناؔہ کی منادی پہ توبہ کرلی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یُوناؔہ سے بھی بڑا ہے . . ." (انجیلِ جلیل متّی ۱۲ : ۳۸-۴۵؛ مزید دیکھئے مرقس ۸ : ۱۱-۱۳؛ لوقا ۱۱ : ۱۶؛ ۱۰ : ۱۲-۱۶؛ ۲۳ : ۸؛ یُوحنّا ۴ : ۴۸)۔

بریں بنا اناجیل اربعہ اور بالخصوص انجیل مُقدّس یُوحنّا میں معجزات کو "نشانات" کہا گیا ہے تاکہ ان کا اعجازی عنصر لوگوں کے لئے نشاندہی کا کام سرانجام دے۔ اِن نشانات کا واحد مقصد ہی یہ تھا کہ اِن کے ذریعہ ہر خاص و عام پہ خدا کی محبّت آفتاب کی مانند روشن ہو جائے۔

یسُوعؔ المسیح کا ہر ایک معجزہ ذاتِ باری تعالےٰ کی محبّت و رحمت اور آپ کے اختیار و قدرت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ آپ مظہرِ خُدا تھے مثلاً آپکے پہلے معُجزہ کو لیجئے۔ یہ اس بات کا نشان تھا کہ جس طرح آپ نے پانی کو مے میں تبدیل کر دیا، اُسی طرح آپ گنہگار انسان کی فطرت و طبیعت کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ بعینہٖ آپ کے باقی تمام معجزات بھی آپ کی قدرت و اختیار اور اللہ تعالےٰ کی محبّت و رحمت کے کسی نہ کسی پہلو کا انکشاف کرتے ہیں۔

اب قارئینِ کرام پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ انجیلِ جلیل اور قرآن شریف دونوں میں کیوں کلمتہ اللہ کے معجزات کو کھُلے اور روشن نشانات کہا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیّت ہے جو کسی اور نبی کے معجزات میں نہیں پائی جاتی۔

"یہ آیتیں اللہ کی ہیں، ہم تجھ کو سُناتے ہیں تحقیق اور تو بے شک

رسُولوں میں ہے ۔ یہ سب رسول ، بڑائی دی ہم نے اُن میں ایک کو ایک سے ، کوئی ہے کہ کلام کیا اُس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دی ہم نے عیسٰی مریم کے بیٹے کو نشانیاں صریح ، اور زور دیا اس کو روحِ پاک سے ...“ (قرآن شریف البقر آیات ۲۵۲-۲۵۳)

دلیل پنجم

پیشنگوئیاں

جس طرح مُعجزات کسی نبی کو منجانب اللہ ثابت کرتے ہیں ، اُسی طرح پیشینگوئیاں بھی ایک معیار ہیں جن سے جانچا جا سکتا ہے کہ آیا وہ شخص جو نبوّت کا مدعی ہے حقِ تعالےٰ کا فرستادہ نبی ہے یا نہیں ۔ بائبل مُقدس اس اَمر کی تائید ان الفاظ میں کرتی ہے :-

” لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے ۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اُسے ہم کیونکر پہچانیں تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خُداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اُس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اُس سے خوف نہ کرنا ،، (توریت شریف اِستثنا ۱۸ : ۲۰-۲۲) ۔

” وہ نبی جو سلامتی کی خبر دیتا ہے جب اُس نبی کا کلام پورا ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت خداوند نے اُسے بھیجا ہے “ (بائبل مُقدس یرمیاہ ۲۸ : ۹) ۔

محوّلہ بالا آیاتِ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ صادق نبی کی پہچان یہ ہے کہ وہ

جو کچھ کہتا یا جو پیشینگوئی کرتا ہے وہ ضرور پوری ہوتی ہے، ورنہ وہ جھوٹا نبی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اگر وہ دس پیشینگوئیاں کرے تو ایک دو تو درست نکلیں اور باقی غلط۔ چونکہ وہ حق تعالےٰ کا نمائندہ بن کر اُس کی طرف سے بولتا ہے اس لئے اس کی ہربات ضرورہی پوری ہوتی ہے۔

منجیٔ جہان یسُوع المسیح نے بھی اپنی حینِ حیات میں متعدد پیشینگوئیاں فرمائیں۔ اُن میں سے اکثر پوری ہو چکی ہیں اور جن کا تعلق آئندہ زمانہ سے ہے وہ وقت کے ساتھ ساتھ پُوری ہوتی جارہی ہیں۔ لیکن صرف یہی نہیں کہ آپ نے خود پیشینگوئیاں کیں بلکہ آپ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انبیائے سابق نے آپ کی ذاتِ بابرکت کے بارے میں متعدد پیشینگوئیاں کی ہیں۔ عہدِ عتیق (توریت، زبُور اور صحائفِ انبیاء) میں تین سو سے زیادہ حوالے آنے والے مسیح (ممسُوح) کے متعلق ملتے ہیں۔ ان میں سے بہت سی پیشینگوئیوں کے بارے میں خداوند مسیح نے خاص طور پر بتایا ہے کہ وہ آپ کے بارے ہی میں ہیں (دیکھئے انجیلِ جلیل متّی ۲۶ : ۳۱ قب کتابِ مقدّس زکریاہ ۱۳ : ۷)۔ یہودی جو آپ کے سخت مخالف تھے اور ہر صورت میں آپ کے قول و فعل کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، اُنہوں نے بھی کبھی آپ کے اِس دعوے کو نہیں جھٹلایا۔

اب ہم قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے اُن میں سے چند پیشینگوئیوں اور اُن کی تکمیل کو درج کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس طرح حضور المسیح میں پوری ہوتی ہیں۔

ا۔ عہدِ عتیق میں المسیح کے متعلّق پیشینگوئیاں اور ان کی تکمیل

۱۔ المسیح کے پیش رو کے بارے میں

پیشینگوئی	تکمیل
" دیکھو میں اپنے رسُول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خُداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ ہاں عہد کا رسُول جس کے تم آرزُومند ہو آئیگا ربّ الافواج فرماتا ہے" (کتابِ مقدس ملاکی ۳ : ۱) قبل از مسیح ۴۰۰ سال۔	" جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یُوحنّا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں، تو یُوحنّا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے۔ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں رُوح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا"(انجیلِ جلیل لُوقا ۳ : ۱۵-۱۶)۔
" پکارنے والے کی آواز بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو" (کتابِ مقدس یسعیاہ ۴۰ : ۳) قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔	" اُس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خُداوند کی راہ کو سیدھا کرو" (انجیلِ مقدس یُوحنّا ۱ : ۲۳)۔

۲- المسیح کی باکرہ سے پیدائش کے بارے میں -

"لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا - دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی" (کتاب مقدس یسعیاہ ۷ : ۱۴) قبل از مسیح ۷۰۰ سال -

"چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جسکی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اُس کنواری کا نام مریم تھا - اور فرشتہ نے اُس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے ! خداوند تیرے ساتھ ہے - وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے - فرشتہ نے اُس سے کہا کہ اے مریم ! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے - اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا - اس کا نام یسوع رکھنا ... مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی ؟ اور فرشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالے کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے

وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا" (انجیل مقدس لوقا ۱ : ۲۶ - ۳۵ ؛ مزید دیکھئے متی ۱ : ۲۴ - ۲۵) -

۳- المسیح کے داؤد بادشاہ کی نسل سے ہونے اور ہمیشہ بادشاہی کرنیکے بارےمیں

"اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی - وہ داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر آج سے ابد تک حکمران رہے گا - اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی" (کتاب مقدس یسعیاہ ۹ : ۷) قبل از مسیح ۷۰۰ سال -

"تیرا گھر اور تیری سلطنت سدا بنی رہے گی - تیرا تخت ہمیشہ کے لئے قائم کیا جائے گا" (کتاب مقدس ۲- سموئیل ۷ : ۱۶) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال -

"فرشتہ نے اُس سے کہا اے مریم ! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے - اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا - اُس کا نام یسوع رکھنا وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالے کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا" (انجیل جلیل لوقا ۱ : ۳۰ - ۳۳) -

۴- المسیح کی جائے پیدائش کے بارے میں

"لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے

"اُن دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا

کے لئے چھوٹا ہے۔ تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اُس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے" (کتابِ مقدس میکاہ ۵ : ۲) قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں ... اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یُوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اِس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وُہ وہاں تھے تو ایسا ہُوا کہ اُس کے وضعِ حمل کا وقت آ پہنچا اور اُس کا پہلوٹھا بیٹا پیدا ہُوا۔ اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی" (انجیل جلیل لُوقا ۲ : ۱-۷)

۵۔ المسیح کے گدھے پر سوار ہو کر یروشلیم میں داخل ہونیکے بارے میں

"اے بنتِ صیون تو نہایت شادمان ہو۔ اے دُخترِ یروشلیم خوب للکار کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے وُہ صادق ہے اور نجات اُس کے ہاتھ

"پس شاگردوں نے جا کر جیسا یسوع نے ان کو حکم دیا تھا ویسا ہی کیا۔ اور گدھی اور بچے کو لا کر اپنے کپڑے ان پر ڈالے اور وُہ اُن پر بیٹھ گیا۔

میں ہے۔ وُہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے" (زکریاہ ۹ : ۹) قبل از مسیح ۵۰۰ سال۔

اور بھیڑ میں کے اکثر لوگوں نے اپنے کپڑے راستہ میں بچھائے اور اوروں نے درختوں سے ڈالیاں کاٹ کر راہ میں پھیلائیں اور بھیڑ جو اُس کے آگے آگے جاتی اور پیچھے پیچھے چلی آتی تھی پکار پکار کر کہتی تھی ابنِ داؤد کو ہوشعنا۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ عالم بالا پر ہوشعنا" (انجیل جلیل متی ۲۱ : ۶-۹)

۶۔ المسیح کے ایک حواری کی غداری کے بارے میں

"میرے دلی دوست نے جس پر مجھے بھروسہ تھا اور جو میری روٹی کھاتا تھا مجھ پر لات اُٹھائی" (زبور ۴۱ : ۹) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال۔

"اور میں نے اُن سے کہا کہ اگر تمہاری نظر میں ٹھیک ہو تو میری مزدوری مجھے دو نہیں تو مت دو۔ اور انہوں نے میری مزدوری کے لئے تیس سکے تول کر دِئے" (کتابِ مقدس زکریاہ ۱۱ : ۱۲)

"اُس وقت اُن بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ اگر میں اُسے تمہارے حوالے کرا دوں تو مجھے کیا دو گے؟ اُنہوں نے اُسے تیس روپے تول کر دے دِئے ... وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو اُن بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اُس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور

قبل از مسیح ۵۰۰ سال

لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُن کو یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے، اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً اُس نے یسوع کے پاس آکر کہا اے ربی سلام! اور اُس کے بوسے لئے۔ یسوع نے اُس سے کہا میاں! جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اِس پر اُنہوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اُسے پکڑ لیا" (انجیلِ جلیل ۲۶: ۱۴-۱۵، ۴۷-۵۰)

۷۔ المسیح سے غداری کی قیمت کو کمہار کو دئے جانے کے بارے میں

"اور خداوند نے مجھے حکم دیا کہ اِسے کمہار کے سامنے پھینک دے یعنی اِس بڑی قیمت کو جو اُنہوں نے میرے لئے ٹھہرائی اور میں نے یہ تیس روپے لے کر خداوند کے گھر میں کمہار کے سامنے پھینک دئے" (کتابِ مقدس زکریاہ ۱۱: ۱۳) قبل از مسیح ۵۰۰ سال۔

"جب اُس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے یہ دیکھا کہ وہ مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا۔ اور وہ تیس ۳۰ روپے سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس واپس لا کر کہا میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کے لئے پکڑوایا۔ اُنہوں نے کہا ہمیں کیا؟ تو جان۔ اور وہ روپوں

کو مقدِس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔ سردار کاہنوں نے روپے لے کر کہا ان کو ہیکل کے خزانے میں ڈالنا روا نہیں کیونکہ یہ خون کی قیمت ہے۔ پس اُنہوں نے مشورہ کر کے اِن روپوں سے کمہار کا کھیت پردیسیوں کے دفن کرنے کے لئے خریدا۔ اِس سبب سے وہ کھیت آج تک خون کا کھیت کہلاتا ہے۔"

(انجیلِ مقدس متی ۲۷: ۳-۸)۔

۸۔ المسیح کے مارے جانے اور حواریوں کے پراگندہ ہونے کے بارے میں

"ربُّ الافواج فرماتا ہے اے تلوار تو میرے چرواہے یعنی اُس انسان پر جو میرا رفیق ہے بیدار ہو۔ چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے"

(کتابِ مقدس زکریاہ ۱۳: ۷)

قبل از مسیح ۵۰۰ سال۔

"اُسی گھڑی یسوع نے بھیڑ سے کہا کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟ میں ہر روز ہیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اِس پر سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"

(انجیلِ جلیل متی ۲۶: ۵۵-۵۶)۔

۹۔ المسیح کے چہرے اور جسم کو زخمی کرنے کے بارے میں

"...... بہتیرے تجھ کو دیکھ کر دنگ ہو گئے۔ اُس کا چہرہ ہر ایک بشر سے زائد اور اُس کا جسم بنی آدم سے زیادہ بگڑ گیا تھا"۔
(کتابِ مُقدّس یسعیاہ ۵۲:۱۴)
قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

"اِس پر اُنہوں نے اُس کے مُنہ پر تھوکا اور اُس کے مکّے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر... اور کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈہ اُس کے دہنے ہاتھ میں دِیا... اور اُس پر تھُوکا اور وہی سرکنڈہ لے کر اُس کے سر پر مارنے لگے"۔
(انجیلِ جلیل متّی ۲۶:۶۷؛ ۲۷:۲۹-۳۰)

۱۰۔ المسیح کے پیغام پر ایمان نہ لانے کے بارے میں

"ہمارے پیغام پر کون ایمان لایا؟ اور خُداوند کا بازُو کِس پر ظاہر ہُوا؟"
(کتابِ مقدس یسعیاہ ۵۳:۱)
قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

"اور اگرچہ اُس نے اُن کے سامنے اتنے معُجزے دکھائے تو بھی وہ اُس پر ایمان نہ لائے تاکہ یسعیاہ نبی کا کلام پُورا ہو" (انجیل جلیل یُوحنا ۱۲:۳۷-۳۸)۔

۱۱۔ المسیح کے اذّیت سہنے کے ذریعہ انسان کے گناہوں کا کفارہ دینے کے بارے میں

"وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں"۔
(کتابِ مقدس یسعیاہ ۵۳:۵)
قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

"چنانچہ میں نے سب سے پہلے تُم کو وُہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مُطابق ہمارے گناہوں کے لئے مُؤا"۔
(۱۔کرنتھیوں ۱۵:۳)

"وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جیئیں اور اُسی کے مار کھانے سے تُم نے شفا پائی کیونکہ پہلے تم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے مگر اب اپنی رُوحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس پھر آ گئے ہو"۔
(انجیلِ جلیل ۱۔پطرس ۲:۲۴، ۲۵)

۱۲۔ المسیح کا دُکھ اٹھاتے وقت خاموش رہنے کے بارے میں

"وہ ستایا گیا تو بھی اُس نے برداشت کی اور مُنہ نہ کھولا۔ جس طرح برّہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے اُسی طرح وہ خاموش رہا۔

"اور سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اُس سے کہا تُو جواب نہیں دیتا؟ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؟ مگر یسُوعؔ خاموش ہی رہا۔ سردار کاہن نے اُس سے کہا میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خُدا کا

وہ ظلم کرکے اور فتویٰ لگا کر اُسے لے گئے
پر اُس کے زمانہ کے لوگوں میں سے
کس نے خیال کیا کہ وہ زندوں کی
زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔ میرے
لوگوں کی خطاؤں کے سبب سے
اُس پر مار پڑی۔" (کتابِ مُقدس
یسعیاہ ۵۳: ۷-۸ قبل از مسیح ۷۰۰ سال)

بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے۔"
(متی ۲۶: ۶۲-۶۳)۔
"اور جب سردار کاہن اور بزرگ اس پر الزام
لگا رہے تھے اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اِس پر
پیلاطس نے اُس سے کہا کیا تو نہیں سنتا یہ
تیرے خلاف کتنی گواہیاں دیتے ہیں؟ اُس نے
ایک بات کا بھی اُس کو جواب نہ دیا یہاں تک
کہ حاکم نے بہت تعجب کیا" (انجیلِ جلیل
متی ۲۷: ۱۲-۱۴)۔

۱۳- المسیح کا بوقتِ موت بدکاروں اور ایک دولت مند کے ساتھ واسطہ پڑنے کے بارے میں

"اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان
ٹھہرائی گئی اور وہ اپنی موت میں دولت
مندوں کے ساتھ ہوا حالانکہ اُس نے
کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اُس کے مُنہ
میں ہرگز چھل نہ تھا۔" (کتابِ مُقدس،
یسعیاہ ۵۳: ۹) قبل از مسیح ۷۰۰ سال

"اُس وقت اُس کے ساتھ دو ڈاکو
مصلوب ہوئے ایک دہنے اور ایک
بائیں ... جب شام ہوئی تو یوسف
نام ارمتیہ کا ایک دولت مند آدمی
آیا جو خود بھی یسوع کا شاگرد تھا۔
اُس نے پیلاطس کے پاس جا کر
یسوع کی لاش مانگی۔ اس پر پیلاطس
نے دے دینے کا حکم دیا اور یوسف
نے لاش کو لے کر صاف مہین چادر

میں لپیٹا اور اپنی نئی قبر میں جو اُس نے
چٹان میں کھدوائی تھی رکھا۔"
"نہ اُس نے گناہ کیا اور نہ اُس کے
مُنہ سے کوئی مکر کی بات نکلی نہ وہ گالیاں
کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دُکھ پا کر کسی
کو دھمکاتا تھا۔" (انجیلِ جلیل متی ۲۷:
۳۸، ۵۷-۶۰؛ ۱-پطرس ۲: ۲۲)۔

۱۴- المسیح کی اذیت اور موت انتظامِ الٰہی کے ماتحت ہونے کے بارے میں

"جب وہ (خداوند یسوع مسیح) خدا
کے مُقررہ انتظام اور علمِ سابق کے
موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع
لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب
کروا کر مار ڈالا"۔
(انجیلِ جلیل اعمال ۲: ۲۳)۔

"لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے
کچلے۔ اس نے اُسے غمگین کیا۔ جب
اُس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے
گذرانی جائے گی تو وہ اپنی نسل کو
دیکھے گا۔ اُس کی عمر دراز ہوگی اور
خداوند کی مرضی اُس کے ہاتھ کے
وسیلہ سے پوری ہوگی۔"
(کتابِ مُقدس یسعیاہ ۵۳: ۱۰)
قبل از مسیح ۷۰۰ سال

۱۵- المسیح کا دوسروں کے گناہ اُٹھا کر اُن کو راستباز ٹھہرانے کے بارے میں

"پس اے بھائیو! تمہیں معلوم ہو کہ اسی

"اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کر وہ اُسے

دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا کیونکہ وہ ان کی بدکرداری خود اُٹھا لے گا‘‘ (کتابِ مقدس یسعیاہ ۵۳: ۱۱) قبل از مسیح ۷۰۰ سال۔

کے وسیلہ سے تم کو گناہوں کی مُعافی کی خبر دی جاتی ہے اور مُوسیٰ کی شریعت کے باعث جن باتوں سے تم بری نہیں ہو سکتے تھے اُن سب سے ہر ایک ایمان لانے والا اُس کے باعث بری ہوتا ہے۔‘‘
(انجیلِ جلیل اعمال ۱۳: ۳۸-۳۹)۔

۱۶۔ المسیح کا مضحکہ اڑائے جانے کے بارے میں

’’مَیں تو کیڑا ہوں انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔ وہ سب جو مجھے دیکھتے ہیں میرا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ وہ مُنہ چِڑاتے۔ وہ سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں۔ اپنے کو خداوند کے سُپرد کر دے وُہی اُسے چھڑائے۔ جب کہ وہ اُس سے خوش ہے تو وہی اُسے چھڑائے۔‘‘
(زبُور شریف ۲۲: ۶-۸)
قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال۔

’’اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اُس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مَقدِس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدُا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے اب صلیب پر سے اُتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدُا پر بھروسہ

کیا ہے اگر وُہ اِسے چاہتا ہے تو اب اِس کو چُھڑا لے کیونکہ اِس نے کہا تھا مَیں خدُا کا بیٹا ہوں۔ اسی طرح ڈاکُو بھی جو اُس کے ساتھ مصلُوب ہوئے تھے اُس پر لعن طعن کرتے تھے۔‘‘
(انجیلِ جلیل متّی ۲۷: ۳۹-۴۴)۔

۱۵۔ المسیح کی مصلوبیّت اور آپ کی قبا پہ قرعہ ڈالنے کے بارے میں

’’مَیں پانی کی طرح بہہ گیا۔ میری سب ہڈیاں اُکھڑ گئیں۔ میرا دِل موم کی مانند ہو گیا۔ وُہ میرے سینہ میں پگھل گیا۔ میری قوت ٹھیکرے کی مانند خشک ہو گئی اور میری زبان میرے تالُو سے چپک گئی اور تُو نے مجھے موت کی خاک میں ملا دیا۔ کیونکہ کُتّوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں۔ میں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں۔ وُہ مجھے تاکتے اور گھُورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں۔ وہ میری

ان آیات میں آپ کی تصلیب کا خاکہ بخُوبی کھینچا گیا ہے۔ آپ کی ہڈیاں اپنے جوڑوں سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔ آپ پسینہ سے شرابُور ہیں۔ رفتارِ قلب سُست پڑ گئی ہے۔ جسمانی طاقت قریبُ الختم ہے۔ بشدّت پیاس ہے دست و پا چھدے ہوئے ہیں۔ مجرُم دیکھنے والوں کے لئے تماشہ بنا ہُوا ہے۔

یہ ایک عجیبُ غریب بیان ہے کیونکہ اِس پیشینگوئی کے زمانہ میں کسی کو صلیبی مَوت کا قطعی کوئی علم نہ تھا۔ یہ طریقۂ سزا رومیوں نے کئی صدیوں

پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں"
(زبور شریف ۲۲: ۱۴-۱۸)
قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال

بعد میں اختیار کیا۔
"جب سپاہی یسوع کو مصلوب کر چکے تو اُس کے کپڑے لے کر چار حصے کئے۔ ہر سپاہی کے لئے ایک حصہ اور اُس کا کُرتہ بھی لیا۔ یہ کُرتہ بن سِلا سراسر بُنا ہُوا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے آپس میں کہا کہ اِسے پھاڑیں نہیں بلکہ اس پر قرعہ ڈالیں تاکہ معلوم ہو کہ کس کا نکلتا ہے۔"
(انجیلِ جلیل یُوحنا ۱۹: ۲۳-۲۴)۔

۱۶۔ المسیح کی ہڈیاں نہ توڑنے اور بدن کے چھیدنے کے بارے میں

"وہ اُس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی" (زبور شریف ۳۴: ۲۰) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال

"وہ اُس پر جس کو اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے اور اُس کے لئے تلخ کام ہوں گے،

"جب اُنہوں نے یسوع کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ مگر اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے خون اور پانی بہہ نکلا ... یہ باتیں اس لئے ہوئیں کہ یہ نوشتہ پورا ہو کہ اسکی کوئی ہڈی نہ توڑی جائیگی۔"
(انجیل شریف یُوحنا ۱۹: ۳۳-۳۶)

جیسے کوئی اپنے پہلوٹھے کے لئے ہوتا ہے"، (کتابِ مُقدّس زکریاہ ۱۲: ۱۰)
قبل از مسیح ۵۰۰ سال

۱۷۔ المسیح کو صلیب پر پینے کو سرکہ دینے کے بارے میں

"اُنہوں نے مجھے کھانے کو اِندراین بھی دیا اور میری پیاس بجھانے کو اُنہوں نے مجھے سرکہ پلایا" (زبور شریف ۶۹: ۲۱)
قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال

"پت ملی ہوئی مے اُسے پینے کو دی مگر اُس نے چکھ کر پینا نہ چاہا"
(انجیل مُقدّس متّی ۲۷: ۳۴)۔

۱۸۔ المسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور بھائیوں پر ظاہر ہونے کے بارے میں

"مَیں اپنے بھائیوں سے تیرے نام کا اظہار کروں گا۔ جماعت میں تیری ستائش کروں گا" (زبور شریف ۲۲: ۲۲) قبل از مسیح ۱۰۰۰ سال۔

حضورِ المسیح مومنین کی جماعت میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ستائش کریں گے۔ اِس زبور کی ابتدائی آیات کے مطابق اِن آیات میں پائے جانے والے حقائق کو آپ

مُقدّس پطرس رسُول سولھویں زبور میں لکھی ہوئی حضرت داؤد کی پیشینگوئی کی تشریح فرماتے ہیں۔
"اے بھائیو! میں قوم کے بزرگ داؤد کے حق میں تم سے دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ مُوا اور دفن بھی ہُوا اور اس کی قبر آج تک ہم میں موجود ہے۔ پس نبی ہو کر اور یہ جان کر کہ خدا نے مجھ سے قسم کھائی ہے

کی وفات کے بعد تکمیل پانا چاہیئے تھا۔
یہ آپ کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے
پر ہی ممکن تھا۔

"اِسی سبب سے میرا دل خُوش
اور میری رُوح شادمان ہے۔ میرا
جسم بھی امن وامان میں رہے گا۔
کیونکہ تُو نہ میری جان کو پاتال میں
رہنے دیگا نہ اپنے مُقدّس کو سڑنے
دے گا۔ تو مُجھے زندگی کی راہ دکھائیگا
تیرے حضور میں کامل شادمانی ہے۔
تیرے دہنے ہاتھ میں دائمی خوشی ہے"
(زبُور شریف ۱۶: ۹-۱۱) قبل از مسیح
۱۰۰۰ سال۔

لفظ "مُقدّس" خُدا تعالیٰ سے
منسُوب ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا
کوئی دوسرا مُقدّس ہو نہیں سکتا۔
مقدس عالمِ ارواح میں اُترا۔ لیکن
وہ وہاں اتنے عرصہ تک پڑا نہیں
رہا کہ اُس کا جسم سڑنے لگتا۔ یا
بہ الفاظ دیگر آپ لمبے عرصہ تک مُردہ
حالت میں نہیں رہے۔ آپ دوبارہ

کہ تیری نسل سے ایک شخص کو تیرے
تخت پر بٹھاؤں گا اُس نے
پیشینگوئی کے طور پر مسیح کے جی
اُٹھنے کا ذکر کیا کہ نہ وُہ عالمِ ارواح
میں چھوڑا گیا نہ اُس کے جسم کے
سڑنے کی نوبت پہنچی۔ اِسی یسُوع کو
خُدا نے جِلایا جس کے ہم سب گواہ
ہیں۔ پس خُدا کے دہنے ہاتھ سے
سربلند ہو کر اور باپ سے وہ رُوح
القُدس حاصل کر کے جس کا وعدہ کیا
گیا تھا اُس نے یہ نازل کیا جو تم دیکھتے
اور سُنتے ہو"
(رسُولوں کے اعمال ۲: ۲۹-۳۳)۔

زندہ ہوئے اور آپ کو خدا تعالیٰ
کے دہنی طرف بیٹھنے کا شرف حاصل
ہُوا۔

ہم نے یہاں مسیح خداوند کے بارے میں عہدِ عتیق میں پائی جانے والی پیشینگوئیوں میں سے چند کا ذکر کیا اور دکھلایا کہ وہ کس طرح آپ کی ذاتِ اقدس میں پوری ہوتی ہیں۔ اب ہم اُن پیشینگوئیوں کو درج کرتے ہیں جو المسیح نے اپنی زبان فیض رساں سے خود کہیں اور کہ وہ کس طرح تکمیل کو پہنچتی ہیں۔ اگرچہ یہ کثیر تعداد میں ہیں تاہم یہاں ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

ب۔ یسُوع المسیح کی وہ پیشینگوئیاں جو پوری ہو چکی ہیں

۱۔ ہیکل کی بربادی کے بارے میں

"اور یسُوع ہیکل سے نکل کر جا رہا تھا کہ اُس کے شاگرد اُس کے پاس آئے تاکہ اُسے ہیکل کی عمارتیں دکھائیں۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کیا تم اِن سب چیزوں کو نہیں دیکھتے؟ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پہ پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے گا" (انجیل شریف متی ۲۴: ۱-۲)۔

تکمیل۔ ۷۰ء کے ماہ اگست میں جب رومی افواج نے طِطس کی سرکردگی میں یرُوشلیم کو فتح کیا تو ہیکل کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا (دیکھئے قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۹۶، دوسرا کالم)۔

۲۔ جھُوٹے مسیح اور جھُوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہونے کے بارے میں

"اُس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو

یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں،، (انجیل جلیل متی ۲۴ : ۲۳-۲۴)۔

تکمیل:۔ یوں تو ابتدائے مسیحیت ہی سے لوگ مسیح اور نبی ہونے کا جھوٹا دعوے کرنے لگے تھے۔ لیکن ہم یہاں طوالت کے خوف سے صرف چند اشخاص کا ذکر کرتے ہیں :۔

(۱) ٹراجان کے عہد ۱۱۴ء میں ایک شخص اینڈریو نے مسیحائی کا دعویٰ کیا۔

(۲) ایڈریان کے عہد ۱۳۲ء میں بار کو کبت کو مسیح سمجھا گیا۔

(۳) ۴۳۴ء میں جزیرہ کریٹ میں ایک جھوٹا نبی اٹھا۔ اس نے موسیٰ ہونے اور لوگوں کو سمندر پار کرانے کا دعوے کیا۔

(۴) ۵۲۰ء میں عرب میں ڈوناان نامی ایک جھوٹا مسیح اُٹھا۔

(۵) ۵۲۹ء میں جولیان نامی ایک جھوٹے مسیح نے یہودیوں اور سامریوں میں بغاوت کرائی۔

(۶) ۷۲۱ء میں ایک سریانی نے مسیح ہونے کا دعوے کیا۔

۱۱۳۷ء میں یہودیوں نے فرانس میں کسی کو مسیح مان لیا اور ملک بدر ہوئے۔

(۷) ۱۱۵۷ء میں یہودیوں نے ملک ہسپانیہ میں کسی بناوٹی مسیح کے زیر اثر ہو کر بغاوت کی۔

(۸) ۱۲۲۲ء میں جرمنی میں یہودیوں نے ایک شخص کو مسیح سمجھا اور اُسے ابن داؤد کہنے لگے۔

(۹) ۱۵۰۰ء میں ربی اشر لیملا جرمنی میں مسیح کا پیشرو ہونے کا مدعی ہوا۔

(۱۰) انیسویں صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا۔ (ماخوذ از مراۃ الحق از ایس۔ ایم تاج صفحہ ۱۶۷)۔

۳۔ رُوحُ القُدُس کے نزول کے بارے میں

"اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اُس کو تم پر نازل کروں گا۔ لیکن جب تک عالمِ بالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو،، (انجیل جلیل لُوقا ۲۴ : ۴۹)۔ مزید دیکھئے یُوحنّا ۱۴ : ۱۶-۱۷، ۲۶؛ ۱۵ : ۲۶؛ ۱۶ : ۷۔

تکمیل :۔ "جب عید پنتکست کا دن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سنّاٹا ہوتا ہے اور اُس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا۔ اور انہیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور اُن میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں اور وہ سب رُوح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح رُوح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی" (کتاب مقدس اعمال ۲ : ۱-۴)۔

۴۔ حواری پطرس کے انکار کے بارے میں

"اُس وقت یسُوعؑ نے اُن سے کہا تم سب اِسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور گلّہ کی بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی۔ لیکن میں جی اُٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤنگا۔ پطرس نے جواب میں اس سے کہا گو سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں لیکن میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤنگا۔ یسُوعؑ نے اُس سے کہا میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ اسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا اِنکار کرے گا۔ پطرس نے اُس سے کہا اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا اِنکار

ہرگز نہ کروں گا اور سب شاگردوں نے بھی اسی طرح کہا۔" (انجیلِ جلیل
متّی ۲۶: ۳۱-۳۵)۔

تکمیل :- "اور یسوعؑ کے پکڑنے والے اُس کو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے۔ جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے۔ اور پطرس دُور دُور اُس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ تک گیا اور اندر جا کر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا... اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا کہ ایک لونڈی نے اس کے پاس آکر کہا تو بھی یسوعؑ گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے۔ اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اُسے دیکھا اور جو وہاں تھے اُن سے کہا یہ بھی یسوعؑ ناصری کے ساتھ تھا۔ اُس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا بے شک تو بھی اُن میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اُس آدمی کو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے بانگ دی۔ پطرس کو یسوعؑ کی وہ بات یاد آئی جو اُس نے کہی تھی کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا اور وہ باہر جا کر زار زار رویا"
(انجیلِ جلیل متّی ۲۶: ۵۷، ۵۸، ۶۹-۷۵)۔

۵۔ حواری یہوداہ اسکریوتی کی غداری کے بارے میں

"جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا اور جب وہ کھا رہے تھے تو اُس نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا۔ وہ بہت ہی دلگیر ہوئے اور ہر ایک اُس

سے کہنے لگا اے خداوند کیا میں ہوں؟ اُس نے جواب میں کہا جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا ہے وہی مجھے پکڑوائے گا۔ اس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے جواب میں کہا اے ربّی کیا میں ہوں؟ اُس نے اُس سے کہا تو نے خود کہہ دیا۔" (انجیلِ جلیل متّی ۲۶: ۲۰-۲۵)۔

تکمیل :- "وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو اُن بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی۔ اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُن کو یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً اس نے یسوعؑ کے پاس آکر کہا اے ربّی سلام! اور اُس کے بوسے لئے۔ یسوعؑ نے اُس سے کہا میاں! جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اس پر اُنہوں نے پاس آکر یسوعؑ پر ہاتھ ڈالا اور اُسے پکڑ لیا۔" (انجیلِ جلیل متّی ۲۶: ۴۷-۴۹)۔

۶۔ اپنی موت کے بارے میں

"اور یروشلیم جاتے ہوئے یسوعؑ بارہ شاگردوں کو الگ لے گیا اور راہ میں اُن سے کہا۔ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابنِ آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اُس کے قتل کا حکم دیں گے۔ اور اُسے غیر قوموں کے حوالے کریں گے تاکہ وہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر چڑھائیں اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۰: ۱۷-۱۹؛ مزید دیکھئے متّی ۱۶: ۲۱)۔

تکمیل :- "اور فی الفور صبح ہوتے ہی سردار کاہنوں نے بزرگوں اور فقیہوں اور سب صدرِ عدالت والوں سمیت صلاح کر کے یسوعؑ کو باندھا

اور لے جاکر پیلاطُس کے حوالہ کیا ...

" اور وہ عید پر ایک قیدی کو جس کے لئے لوگ عرض کرتے تھے ان کی خاطر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور برابّا نام ایک آدمی اُن باغیوں کے ساتھ قید میں پڑا تھا جنہوں نے بغاوت میں خون کیا تھا۔ اور بھیڑ اوپر چڑھ کر اُس سے عرض کرنے لگی کہ جو تیرا دستور ہے وہ ہمارے لئے کر۔ پیلاطُس نے انہیں یہ جواب دیا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر یہودیوں کے بادشاہ کو چھوڑ دوں ؟ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ سردار کاہنوں نے اُس کو حسد سے میرے حوالے کیا ہے ۔ مگر سردار کاہنوں نے بھیڑ کو اُبھارا تاکہ پیلاطُس اُن کی خاطر برابّا ہی کو چھوڑ دے ۔ پیلاطُس نے دوبارہ اُن سے کہا پھر جسے تم یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہو اس سے میں کیا کروں ؟ وہ پھر چلائے کہ اُسے صلیب دے ۔ اور پیلاطُس نے اُن سے کہا کیوں اُس نے کیا برائی کی ہے ؟ وہ اور بھی چلائے کہ اُسے صلیب دے ۔ پیلاطُس نے لوگوں کو خوش کرنے کے ارادہ سے اُن کے لئے برابّا کو چھوڑ دیا۔ اور یسوؔع کو کوڑے لگواکر حوالہ کیا تاکہ صلیب دی جائے ۔

" اور سپاہی اُس کو صحن میں لے گئے جو پریتورین کہلاتا ہے اور ساری پلٹن کو بلا لائے ۔ اور اُنہوں نے اُسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بناکر اُس کے سر پر رکھا۔ اور اُسے سلام کرنے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب ! اور وہ اس کے سر پر سرکنڈا مارتے اور اُس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر اُسے سجدہ کرتے رہے ۔ اور جب اُسے ٹھٹھوں میں اُڑا چکے تو اُس پر سے ارغوانی چوغہ اُتار کر اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے ۔ پھر اُسے صلیب دینے کو باہر لے گئے ... اور پہر دن چڑھا تھا جب انہوں نے

اس کو صلیب پر چڑھایا ... پھر یسوؔع نے بڑی آواز سے چلّا کر دم دے دیا" (انجیلِ جلیل مرقس ۱۵ : ۱، ۶ - ۲۰ ، ۲۵ ، ۳۷)۔

۷۔ اپنے جی اُٹھنے کے بارے میں

" اُس وقت یسوؔع نے ان سے کہا تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور گلہ کی بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی۔ لیکن میں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤں گا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۶ : ۳۱ - ۳۲ ؛ مزید دیکھئے مرقس ۱۴ : ۲۸)۔

تکمیل: " سبت کے دن تو انہوں نے حکم کے مطابق آرام کیا۔ لیکن ہفتہ کے پہلے دن وہ صبح سویرے ہی اُن خوشبودار چیزوں کو جو تیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور پتھر کو قبر پر سے لُڑھکا ہُوا پایا۔ مگر اندر جا کر خُداوند یسوؔع کی لاش نہ پائی۔ اور ایسا ہُوا کہ جب وہ اس بات سے حیران تھیں تو دیکھو دو شخص براق پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ جب وہ ڈر گئیں اور اپنے سر زمین پر جھکائے تو انہوں نے اُن سے کہا کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو ؟ وہ یہاں نہیں بلکہ جی اُٹھا ہے ۔ یاد کرو کہ جب وہ گلیل میں تھا تو اُس نے تم سے کہا تھا ۔ ضرور ہے کہ ابنِ آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اُٹھے ۔ اُس کی باتیں اُنہیں یاد آئیں ۔ اور قبر سے لوٹ کر انہوں نے اُن گیارہ اور باقی سب لوگوں کو ان سب باتوں کی خبر دی " (انجیلِ جلیل لُوقا ۲۴ : ۱ - ۹)

۸۔ مسیحیوں کو ستانے اور قتل کرنے کے بارے میں

" میں نے یہ باتیں تم سے اس لئے کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ۔ لوگ تم کو عبادت خانوں سے خارج کر دیں گے بلکہ وہ وقت آتا ہے کہ جو کوئی تم کو قتل

کرے گا وہ گمان کرے گا کہ میں خدا کی خدمت کرتا ہوں۔ اور وہ اس لئے یہ کریں گے کہ انہوں نے نہ باپ کو جانا نہ مجھے" (انجیلِ جلیل یوحنا ۱۶: ۱-۳)۔

تکمیل: "پس یہ ستفنس کو سنگسار کرتے رہے اور وہ یہ کہہ کر دعا کرتا رہا کہ اے خداوند یسوع میری روح کو قبول کر"۔

"اور ساؤل جو ابھی تک خداوند کے شاگردوں کے دھمکانے اور قتل کرنے کی دُھن میں تھا سردار کاہن کے پاس گیا، اور اُس سے دمشق کے عبادتخانوں کے لئے اس مضمون کے خط مانگے کہ جن کو وہ اس طریق پر پائے خواہ مرد خواہ عورت ان کو باندھ کر یروشلیم لائے"۔

"میں نے بھی سمجھا تھا کہ یسوع ناصری کے نام کی طرح طرح سے مخالفت کرنا مجھ پر فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یروشلیم میں ایسا ہی کیا اور سردار کاہنوں کی طرف سے اختیار پاکر بہت سے مُقدّسوں کو قید میں ڈالا اور جب وہ قتل کئے جاتے تھے تو میں بھی یہی رائے دیتا تھا۔ اور ہر عبادتخانہ میں انہیں سزا دِلا دِلا کر زبردستی اُن سے کفر کہلواتا تھا بلکہ ان کی مخالفت میں ایسا دیوانہ بنا کہ غیر شہروں میں بھی جا کر انہیں ستاتا تھا" (انجیلِ جلیل اعمال ۷: ۵۹؛ ۹: ۱-۲؛ ۲۶: ۹-۱۱)۔

یسوع المسیح کی یہ پیشینگوئی اگرچہ مسیحیت کے ابتدائی دَور میں پوری ہو چکی ہے، تاہم یہ اب بھی جاری ہے اور روزِ آخرت تک جاری رہے گی۔

اب ہم خداوند یسوع مسیح کی اُن پیشینگوئیوں کو درج کرتے ہیں جن کا تعلق مستقبل سے ہے۔ جس طرح آپ کے بارے میں انبیائے سابق کی پیشینگوئیاں اور آپ کی اپنی پیشینگوئیاں پوری ہو چکی ہیں، اُسی طرح ہمیں یقینِ کامل ہے کہ آپ کی باقی ماندہ پیشینگوئیاں بھی وقت کے مطابق ضرور پوری ہوں گی۔

ج: یسوع المسیح کی مستقبل کے بارے میں پیشینگوئیاں

۱۔ دُنیا کے خاتمہ کے نشانات کے بارے میں

"اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اُس کے پاس آکر کہا ہم کو بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دُنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا کہ خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار! گھبرا نہ جانا! کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اُس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔ اُس وقت لوگ تم کو ایذا دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تم کو قتل کریں گے اور میرے نام کی خاطر سب قومیں تم سے عداوت رکھیں گی۔ اور اُس وقت بہتیرے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دُوسرے کو پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھُوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے۔ اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبّت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا! اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دُنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۴: ۳-۱۴)۔

المسیح نے اپنے اس بیان میں آخرت کے بارے میں جو نشانیاں بتلائی

ہیں ہم اُن میں سے اکثر کا مشاہدہ اپنے زمانہ میں ہی کر رہے ہیں۔ مثلاً جنگ و جدل، زلزلوں، کال، بے دینی کے بڑھنے اور محبت کے ٹھنڈے پڑنے کا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم آخری زمانہ میں رہ رہے ہیں۔

۲۔ آمدِ ثانی کے بارے میں

"تمہارا دل نہ گھبرائے۔ تم خُدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو مَیں تم سے کہہ دیتا کیونکہ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں جاکر تمہارے لئے جگہ تیار کروں تو پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا، تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۱۴: ۱-۳)۔

"جیسا نوحؔ کے دِنوں میں ہوُا ویسا ہی ابنِ آدم کے آنے کے وقت ہوگا۔ کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے اُس دن تک کہ نوحؔ کشتی میں داخل ہُوا۔ اور جب تک طوفان آکر اُن سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی۔ اُسی طرح ابنِ آدم (المسیح) کا آنا ہوگا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۴: ۳۷-۳۹)۔ مزید دیکھئے، انجیلِ جلیل مرقس ۸: ۳۸؛ لُوقا ۲۱: ۳۴-۳۶۔

انجیلِ جلیل (نیا عہدنامہ) میں خُداوند المسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر بہت مرتبہ آیا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے گنتی گننے کی تکلیف گوارا کی، کہتے ہیں کہ انجیلِ جلیل کے ۲۶۰ ابواب میں ۳۱۸ مرتبہ آپ کی آمدِ ثانی کا ذکر آیا ہے۔ علاوہ ازیں عہدِ عتیق (توریت، زبُور، صحائف انبیاء) میں بھی آپ کی آمدِ ثانی کا اشارۃً ذکر آیا ہے۔ مثلاً خُدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ان کی تکلیف اور مُصیبت کے وقت حضرت یسعیاہؔ کی معرفت تسلی دی: "تسلّی دو تم

میرے لوگوں کو تسلّی دو، تمہارا خدا فرماتا ہے ۔۔۔ اَے صیُّون کو خوشخبری سُنانے والی اونچے پہاڑ پر چڑھ جا اور اے یروشلیم کو بشارت دینے والی زور سے اپنی آواز بلند کر! خوب پکار اور مت ڈر۔ یہُوداہ کی بستیوں سے کہہ، دیکھو اپنا خُدا! دیکھو خداوند خدا بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا اور اُس کا بازو اس کے لئے سلطنت کرے گا۔ دیکھو اُس کا صلہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا اَجر اس کے سامنے" (کتابِ مُقدّس یسعیاہ ۴۰: ۱؛ ۹: ۱۰)۔

دنیا میں یہ خصوصی امتیاز اور فضیلت صرف یسُوع المسیح کی ذاتِ بابرکت کو حاصل ہے کہ آپ کے بارے میں متعدد انبیاء نے کثرت سے پیشینگوئیاں کیں جو کہ سب کی سب پُوری ہو چکی ہیں ماسوا آپ کی آمدِ ثانی کے بارے میں۔ اُن میں سے ایک بھی خطا نہیں گئی۔ اور یہی حال آپ کی اپنی پیشینگوئیوں کا ہے، اور جو باقی ہیں وہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ ضرور پُوری ہوں گی۔

مُنجیِّ جہان

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ گُناہ ایک عالمگیر حقیقت ہے جو کسی خاص قوم یا ملک یا زمانہ سے مخصوص نہیں۔ ہر وہ شخص جو نسلِ آدم سے ہے گُناہ کے ماتحت ہے۔ اِس حقیقت کو تمام مذاہب کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتے ہیں اور بدیں وجہ اُن میں سے ہر ایک اُس سے مخلصی حاصل کرنے کی ضرورت کا بشدّت قائل ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ گُناہ سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے؟ مختلف مذاہب اِس کا مختلف جواب دیتے ہیں یعنی حصولِ نجات کے جو طریقے وہ بتاتے ہیں وہ ایک دُوسرے سے مختلف ہیں۔ ان متضاد عقائد کو دیکھ کر ایک متلاشیِ نجات کے دل میں دوسرا قدرتی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب طریقے درست ہیں یا اِن میں سے کوئی ایک؟ اگر سب درست ہیں تو وہ بیک وقت اُن سب پر کیسے عمل پیرا ہو سکتا ہے؟ اگر صرف ایک ہی درست ہے تو وہ کونسا ہے؟

یہ قدرتی سوالات ہیں جو ایک متلاشیِ نجات کو مضطرب اور بے چین کئے رکھتے ہیں لہٰذا یہ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں نجات کے متعلّق چند معروف طریقوں کو مختصراً بیان کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ ہمیں گناہ سے مخلصی دلا سکتے ہیں کہ نہیں۔

۱۔ تزکیۂ نفس

بلا شُبہ یہ درست ہے کہ اِس دنیا میں گناہ کی موجودگی ہر قسم کے دکھ درد، رنج و غم اور مصائب کا باعث ہے اور تمام لوگ دل سے متمنّی ہیں کہ کسی طرح اِن جسمانی آلام سے ان کا دامن چھُوٹ جائے اور انہیں حقیقی خوشی اور اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس اطمینانِ قلب اور رُوحانی خوشی کو حاصل کرنے کے لئے بعض مذاہب تزکیۂ نفس کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اس طریقے کے قائل جسم کو حقیر جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ اسے تمام جائز لذّات سے محروم رکھتے اور ریاضت کے شکنجوں میں کھینچتے ہیں۔ بعض دنیا سے مُنہ موڑ کر کسی جنگل یا بیابان میں گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض جسم کو مارتے کُوٹتے اور ہر قسم کی اِیذیت پہنچاتے ہیں۔ مثلاً بعض کیلوں کا بستر بنا کر اُس پر لیٹے رہتے ہیں۔ بعض ایک پاؤں پر کھڑے رہتے اور بعض ایک بازو اوپر اُٹھائے رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ سوکھ جاتا ہے۔

لیکن یہ سب فطرت کے خلاف اور حقِ تعالےٰ کی ناشکر گزاری ہے۔ جسم اللہ تعالےٰ کا پیدا کردہ ہے اور اچھّا ہے "اور خدا نے سب پر جو اُس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھّا ہے" (توریت شریف پیدائش ۱: ۳۱)۔ پس اللہ تعالےٰ کی ہر ایک تخلیق کردہ شے جس میں جسم بھی شامل ہے اچھّی ہے۔ اور چونکہ جسم اللہ تعالےٰ کا پیدا کردہ ہے اس لئے اُس نے اُس کی پرورش کا سامان بھی پیدا کیا۔ اُس نے کھانے کے لئے خوراک، پہننے کے لئے پوشاک اور بیماریوں کے علاج کے لئے جڑی بوٹیاں مہیّا کیں۔ یہ سامان جسدِ خاکی کی حفاظت اور پرورش کے لئے دیا گیا ہے جس

سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ جسم کی حفاظت کی جائے اور اُسے قائم رکھا جائے۔ لیکن اگر جسمانی ریاضت کے ذریعہ جسم کو اذیّت دی جائے، اس کی پرورش بند کر دی جائے یا اُسے بھوکا رکھا جائے تو کیا یہ حق تعالےٰ کی مرضی کی مخالفت نہیں؟

پھر جسمانی ریاضت سے گناہ کی علتِ فاعلی کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ترکِ دُنیا سے عملی گناہوں میں کمی تو واقع ہو سکتی ہے تاہم گناہ کے اصلی سبب یعنی "سرشت کے بگڑنے" کو جس کے عملی گناہ پھل ہوتے ہیں درست نہیں کیا جا سکتا۔ پس ظاہر ہے کہ تزکیۂ نفس اور ترکِ دُنیا سے گناہ کا ازالہ اور حصولِ نجات ناممکن ہے۔ انجیلِ جلیل کلسیوں ۲ : ۲۳ میں اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے:

"ان باتوں میں اپنی ایجاد کی ہوئی عبادت اور خاکساری اور جسمانی ریاضت کے اعتبار سے حکمت کی صورت تو ہے مگر جسمانی خواہشوں کے روکنے میں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔"

۲۔ شریعت اور احکامِ الٰہی کی پابندی

شرعی مذاہب، مثلاً یہودیت اور اسلام شریعت اور شرعی احکام پر عمل کرنے پر بڑا زور دیتے ہیں۔ توریت شریف میں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے یوں فرمایا: "جب سب اسرائیلی خداوند تیرے خدا کے حضور اُس جگہ آکر حاضر ہوں جسے وہ خود چُنے گا تو تُو اس شریعت کو پڑھ کر سب اسرائیلیوں کو سُنانا۔ تو سب لوگوں کو یعنی مردوں اور عورتوں اور بچوں اور اپنی بستیوں کے مسافروں کو جمع کرنا تاکہ وہ سُنیں اور سیکھیں اور خداوند تمہارے خدا کا خوف مانیں اور اس شریعت کی سب باتوں پر احتیاط رکھ کر

عمل کریں" (استثنا ۳۱ : ۱۱، ۱۲)۔

"اس لئے میری شریعت کو ماننا اور یہ مکروہ رسمیں جو تم سے پہلے ادا کی جاتی تھیں اُن میں سے کسی کو عمل میں نہ لانا اور اُن میں پھنس کر آلودہ نہ ہو جانا۔ میں خداوند تمہارا خدا ہوں" (احبار ۱۸ : ۳۰)۔

بلاشبہ شریعت اچھی، پاک اور روحانی ہے (دیکھئے انجیلِ جلیل رومیوں ۷ : ۱۲) لیکن مشکل یہ ہے کہ کوئی شخص بھی تمام شریعت پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتا۔ اپنی بشری کمزوری کے باعث کسی نہ کسی حکم کو ماننے میں ضرور کوتاہی برتتا ہے۔ یوں وہ کچھ نہ کچھ شریعت پر عمل کرنے کے باوجود بھی غضبِ الٰہی کے ماتحت رہتا ہے۔ انجیلِ جلیل یعقوب ۲ : ۱۰-۱۱ میں مرقوم ہے کہ "جس نے ساری شریعت پر عمل کیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصوروار ٹھہرا۔ اس لئے کہ جس نے یہ فرمایا کہ زنا نہ کر اسی نے یہ بھی فرمایا کہ خون نہ کر۔ پس اگر تو نے زنا تو نہ کیا مگر خون کیا تو بھی تُو شریعت کا عدول کرنے والا ٹھہرا۔"

پھر شریعت سے صرف گناہ کی پہچان ہوتی ہے۔ پولُسؔ رسُول فرماتے ہیں: "پس ہم کیا کہیں؟ کیا شریعت گناہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہ پہچانتا۔ مثلاً اگر شریعت یہ نہ کہتی کہ تو لالچ نہ کر تو میں لالچ کو نہ جانتا" (انجیلِ جلیل رومیوں ۷ : ۷)۔ پس شریعت معمار کے ساہُول کی مانند ہے جو دیوار کے ٹیڑھے پن کو تو بتا سکتا ہے لیکن اُسے خود ٹھیک نہیں کر سکتا۔ شریعت یہ تو بتا دیتی ہے کہ فلاں بات گناہ ہے لیکن وہ نہ تو اُس گناہ کو دُور کرنے کی سکت رکھتی ہے اور نہ گنہگار کو گناہ پر غالب آنے کے لئے قوت عطا کر سکتی ہے۔ مثلاً سگریٹ نوشی کو لیں۔ ڈاکٹر اور محکمہ

حفظانِ صحت سگریٹ نوشی کو خطرناک بلکہ زہرِ قاتل بتاتے ہیں۔ امریکہ میں سگریٹ کی ڈبیا پر حکماً لکھا ہوتا ہے کہ سگریٹ نوشی خطرناک ہے۔ لیکن چونکہ یہ تنبیہ کسی سگریٹ نوش کو سگریٹ نوشی ترک کرنے کی قوت نہیں دیتی اس لئے نتیجہ صفر رہتا ہے۔ ضرورت ہے کہ سگریٹ نوش کے اندر ایسی قوتِ ارادی پیدا کی جائے کہ وہ سگریٹ نوشی کی خواہش پر غالب آسکے۔

یہی حال شریعت کا ہے۔ شریعت صرف گناہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ فلاں بات گناہ ہے۔ شریعت ترازو کی مانند ہے جو وزن میں کمی بیشی کو ظاہر کرتا ہے مگر خود اُسے پورا نہیں کر سکتا۔ شریعت مثل آئینہ ہے جس میں انسان اپنی قدرتی صورت دیکھتا ہے۔ لیکن جس طرح آئینہ انسان کے چہرے پر داغ دھبّوں کو دُور نہیں کر سکتا، اُسی طرح شریعت انسان کے گناہوں کو دُور نہیں کر سکتی۔ لہٰذا شریعت سے گناہوں کی معافی اور نجات کی توقع رکھنا عبث ہے۔

۳۔ اعمالِ حسنہ

واضح ہو کہ اعمالِ صالحہ انسان کے لئے ضروری ہیں۔ حق تعالےٰ اُس سے اُن کا تقاضا کرتا ہے، "تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں۔" "ہم اُسی کی کاریگری ہیں اور مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے جن کو خُدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کیا تھا" (انجیلِ جلیل متّی ۵: ۱۶؛ افسیوں ۲: ۱۰)۔

لیکن کیا انسان سے نیک اعمال کا صدور ممکن ہے، ایسے نیک کام جو اللہ تعالےٰ کے معیارِ نیکی کے مطابق ہوں اور اُسے پسند آئیں؟ مشاہدہ

اور تجربہ کی بنا پر تو کوئی بھی اس کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا۔ مسئلہ گُناہ کو بیان کرتے وقت ہم نے بتایا تھا کہ ہر وہ شخص جو نسلِ آدم سے ہے، حضرت آدمؑ کی بگڑی ہوئی طبیعت لے کر پیدا ہوتا ہے اور ہمارے تمام اعمال اسی بگڑی ہوئی فطرت کا عملی ظہور یا پھل ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہر ایک شخص میں یہ بگڑی ہوئی فطرت موجود ہوتی ہے اس لئے ظاہر ہی ہے کہ اس کا عملی ظہور بھی ویسا ہی ہوگا۔ جب مصدر اور مخرج (طبعِ انسانی) ہی ناپاک ہے تو اُس سے نیکی و پاکیزگی کا صدور چہ معنی دارد؟ "کیا چشمہ کے ایک ہی منہ سے میٹھا اور کھاری پانی نکلتا ہے؟" (انجیلِ جلیل یعقوب ۳: ۱۱)۔

نجات کا مطلب گناہ کی قید سے آزاد ہونا ہے۔ اس لئے جب تک گناہ کی طبیعت سے رہائی نہ ملے نیک کام کرنا امرِ محال ٹھہرے گا۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال اُبھرے کہ آخر انسان کچھ نہ کچھ نیک کام کر ہی سکتا ہے۔ بظاہر تو یہ درست نظر آتا ہے لیکن اگر نظرِ عمیق سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ چونکہ یہ اُسی بگڑی ہوئی فطرت سے اُبھرتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں نیک نہیں ہو سکتے۔ "ہم تو سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز اور ہماری تمام راستبازی ناپاک لباس کی مانند ہے" (کتابِ مُقدس یسعیاہ ۶۴: ۶)۔ خدائے قدّوس جو نیکی و پاکیزگی کا سرچشمہ ہے ہم سے بے نقص اور بے داغ نیکی طلب کرتا ہے۔ اِس قسم کی اعلےٰ درجہ کی پاکیزگی اور نیکی کا نمونہ صرف یسوع المسیح ہی کی بیداغ رفتار و گفتار اور بے عیب زندگی میں ملتا ہے۔

ایک اور بات قابلِ غور یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ سے باوجود ایک ہی گناہ سرزد ہونے کے یہ نہ ہو سکا کہ وہ حقیقی نیکی (اعمالِ حسنہ) کر کے

دوبارہ جنّت میں داخل ہوجاتے تو اب مدّتوں گناہ کے زیرِ اثر زندگی بسر کرنے کے بعد یہ کہاں ممکن ہے کہ حضرت انسان حقیقی نیکی کرسکے۔ چند روز بخار میں مبتلا ہونے کے بعد مریض ایک من بوجھ بھی نہیں اُٹھا سکتا تو بھلا برسوں موذی مرض کے تھپیڑے کھانے کے بعد یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ایک من وزن اُٹھا سکے! انہی وجوہات کی بنا پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "حبشی اپنے چمڑے کو یا چیتا اپنے داغوں کو بدل سکے تو تم بھی جو بدی کے عادی ہو نیکی کر سکوگے" (کتابِ مُقدّس یرمیاہ ۱۳ : ۲۳)۔

واضح ہو کہ نیک اعمال کرنا ہر انسان کا فرضِ عین ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نجات اعمالِ حسنہ کا پھل نہیں ہے بلکہ اعمالِ حسنہ نجات کا پھل ہے۔ پس جب تک انسان نجات (گناہ آلود طبیعت سے رہائی) حاصل نہ کرلے، حقیقی نیکی اُس سے ہو نہیں سکتی اور اپنی گناہ آلود طبیعت سے رہائی انسانی مساعی سے محال ہے۔

۴۔ توبہ اور رحم

بعض لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں سے مخلصی حاصل کرنے کا ذریعہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور پشیمان ہونا ہے لیکن اس پر تھوڑا سا بھی تدبّر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اپنے گناہ پر پشیمان ہونا اوران سے توبہ کرنا خدائے پاک سے میل ملاپ کی طرف صرف پہلا قدم ہے۔ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ توبہ سے گناہ کا معاوضہ نہیں ہوسکتا۔

چونکہ عدل وانصاف کے تمام قوانین وقواعد انسان نے خدائے برحق سے سیکھے ہیں، اس لئے ہماری عدالتیں حق تعالےٰ کے عدل کا عکس

ہیں۔ پس اگر ہم اپنی عدالتوں کی کارروائی پر نظر کریں تو یہ مسئلہ صاف ہوجاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا ہے اور اُس کا جرم ثابت ہوجاتا ہے تو کیا اگر وہ کہے کہ میں اپنے کیئے پہ پشیمان ہوں اور توبہ کرتا ہوں، عدالت اُسے معاف کردے گی؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ بے انصافی ہوگی۔ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے اُس کے جرم کی سزا ضرور دی جائے۔

بعینہٖ گناہ کی سزا ہے۔ گناہ خدا تعالےٰ کے خلاف جرم ہے۔ پس وہ گنہگار کو ضرور ہی سزا دے گا کیونکہ وہ ان قواعد و قوانین کے خلاف نہیں جا سکتا جن کو اُس نے خود بنایا اور انسان کے دل میں قائم کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ صادق القول ہے۔ وہ اپنا انکار نہیں کرسکتا: "اگر ہم بیوفا ہوجائیں گے تو بھی وہ وفادار رہے گا کیونکہ وہ آپ اپنا انکار نہیں کرسکتا" (انجیلِ مُقدّس ۲۔تیمتھیُس ۲ : ۱۳)۔

توبہ کا تعلق آئندہ کے گناہ سے ہے۔ اس کا مطلب اپنے موجودہ گناہ پر پشیمان ہونا اور یہ ارادہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ آئندہ اِس قسم کا گناہ نہیں کرے گا جو کہ وہ کرچکا ہے۔ لیکن جو گناہ سرزد ہوچکا ہے اس کا کیا ہوگا؟ چونکہ اللہ تعالےٰ کے عدل کا تقاضا ہے کہ گناہ کی سزا ضرور دی جائے اس لئے وہ اُس گناہ سے توبہ کے باوجود ضرور سزا دے گا۔ پس ظاہر ہے کہ توبہ گناہ سے نجات نہیں دلا سکتی۔

پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ رحیم ہے۔ وہ اپنی رحمت میں ہمیں ضرور معاف کردے گا۔ اس میں تو کلام نہیں کہ حق تعالےٰ رحیم ہے لیکن اس کے ساتھ وہ عادل بھی تو ہے۔ وہ عادل ہوکر کیونکر گناہ معاف کرسکتا ہے جب تک کہ اُس کے عدل کا تقاضا پورا نہیں ہوتا؟ اگر خدائے

برحق سزا دیئے بغیر گناہ معاف کر دے تو وہ عادل نہیں رہے گا اور اس کا کلام بے حقیقت ٹھہرے گا۔ ایک گنہگار کی نجات صرف اُس طریقہ سے ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالےٰ کی تمام صفات قائم رہیں۔ اگر اس کا بے حد رحم ظاہر ہو تو ساتھ ہی اس کا عدل و انصاف بھی نظر آئے۔ لیکن اگر اس کا صرف رحم ہی ظاہر ہو تو اس سے اس کے رحم اور محبت کی تعریف تو ہوگی لیکن اس کا عدل خاک میں مل جائے گا۔ پس یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالےٰ رحیم ہونے کے باوجود بھی کسی گنہگار کے گناہ معاف نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ اُس گناہ کا معاوضہ ادا نہیں ہو جاتا۔

۵۔ نجات بالکفّارہ

اگر مندرجہ بالا تعلیمات میں سے کسی کے ذریعہ نجات حاصل نہیں ہو سکتی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کونسا طریقہ ہے جس سے حق تعالےٰ ایک گنہگار انسان کے گناہ معاف کر سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب بائبل مقدس یہ دیتی ہے کہ خون بہانے سے۔ چنانچہ توریت شریف احبار ۱۷: ۱۱ میں یوں مرقوم ہے۔ "جسم کی جان خون میں ہے اور میں نے مذبح پر تمہاری جانوں کے کفارہ کے لئے اُسے تم کو دیا ہے کہ اُس سے تمہاری جانوں کیلئے کفّارہ ہو کیونکہ جان رکھنے ہی کے سبب سے خون کفّارہ دیتا ہے۔" ان الفاظ میں کفارہ کی تعلیم کی طرف بڑا واضح اشارہ ہے جس کے وسیلے سے اللہ تعالےٰ نے گنہگار انسان کی نجات کا انتظام کیا ہے۔

کفارہ کی تعلیم پر غور کرنے سے یہ حقیقت صاف نظر آتی ہے کہ دنیا کے تمام لوگ کسی نہ کسی صورت میں کفّارہ کی تعلیم کے معتقد ہیں گویا انسان کے

دل پر کندہ کر دیا گیا ہے کہ "خون بہائے بغیر معافی نہیں ہو سکتی"۔ انسان کے دل میں کفّارہ دینے کی خواہش ایسی زبردست اور گناہ دور کرنے کے لئے قربانی کی ضرورت کا احساس ایسا طبعی ہے کہ اُس سے فرار ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مندروں اور معبدوں میں خون کی نہریں جاری رہی ہیں۔ بُت پرستوں اور یہودیوں میں قربانیاں گذراننا اظہر من الشمس ہے، اہلِ اسلام کے ہاں بھی ایسی ہی تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مرقوم ہے: "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولادِ آدم نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو خون بہانے سے۔ اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور آئے گا اپنے سینگوں بالوں اور کھُروں کے ساتھ اور قربانی کا خون اُس سے پہلے کہ زمین پر گرے خدا کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ پس تم قربانی کر کے اپنے دلوں کو خوش کرو" (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل از امام ولی الدین صفحہ ۳۴۹)۔

علاوہ ازیں، مشاہدۂ فطرت سے بھی یہ عیاں و بیاں ہے کہ ایک کی موت دوسرے کی زندگی کی دلیل ہے۔ مثلاً نباتات کی موت حیوانات کو زندگی بخشتی ہے اور حیوانات کی موت سے انسان کی پرورش ہوتی ہے۔ پس اگر دیدنی دُنیا میں اللہ کا یہ قانون پایا جاتا ہے تو کیا ہم روحانی دنیا میں اس کی امثال دیکھنے کے امیدوار نہیں ہو سکتے؟

یہاں پر ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ کیوں خون بہانے ہی سے گناہوں کی معافی حاصل ہوتی ہے؟ کیا کسی اور شئے کی قربانی دینے سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے؟

یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جو ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

سب سے پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ گناہ موت پیدا کرتا ہے جیسا کہ کلامِ مُقدّس میں بھی مرقوم ہے :۔ ”ایک آدمی کے سبب سے گناہ دُنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی۔ اس لئے کہ سب نے گناہ کیا“ ”گناہ کی مزدوری موت ہے“ (انجیل جلیل رومیوں ۵: ۱۲ ؛ ۶ : ۲۳) پس گناہ کا لازمی نتیجہ موت ہے اور اس موت سے نکلنے کے لئے زندگی کی ضرورت ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ زندگی سے زندگی نکلتی ہے۔ کسی مردہ شے سے زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً کسی سُوکھے درخت پر جس کی زندگی ختم ہو چکی ہوتی ہے پھل نہیں لگ سکتا۔ اگر درخت میں زندگی ہوگی تو وہ ضرور پھل پھول کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ اسی طرح اگر آدمی زندہ ہے تو اُس سے آگے نسل چلے گی لیکن اگر آدمی مردہ ہے تو اُس سے زندگی آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اب چونکہ گناہ موت یعنی مردہ پن پیدا کرتا ہے اس لئے اس کا کفّارہ دینے کے لئے ایک ایسی شے کی ضرورت ہے جو اپنے میں خود زندگی رکھتی ہو تاکہ ایک گنہگار کو جو اپنے گناہ کے سبب مُردہ ہے دوبارہ زندگی مل سکے۔ اگر گناہ کا کفّارہ کسی مُردہ شے سے دیا جائے مثلاً سونا چاندی وغیرہ تو ان سے گُناہ میں مردہ شخص کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے خون کو انسان کے گناہوں کا کفارہ ٹھہرایا ہے کیونکہ یہ اپنے اندر زندگی رکھتا ہے۔

توریت شریف کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابتدا میں اللہ تعالےٰ نے حضرت انسان کے گناہ کے باعث ننگے پن کو ڈھانپا یعنی کفّارہ دیا تو خُون ہی سے ڈھانپا تھا: ”اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کُرتے بنا کر اُن کو پہنائے“ (پیدائش ۳ : ۲۱)۔ یہ چمڑا کسی جانور

کو مار کر لیا گیا تھا۔ اس سے ایک طرف تو اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ اور حوّا کو یہ دکھایا کہ وہ موت جو تم نے کمائی ہے کیا چیز ہے۔ کیونکہ اب تک وہ موت کی کیفیّت سے ناواقف تھے اور وہ عبرت ناک کیفیّت حیوان کی موت سے اُن پر روشن کی گئی کہ تمہاری موت اس طرح ہوگی۔ اور دوسری طرف چمڑے سے خود ان کا ننگ ڈھانپ کر یہ ظاہر کیا کہ باوجود تمہارے گناہ کے میں خود تمہاری عریانی ڈھانپوں گا، مگر دوسرے کی موت کے وسیلے سے جو تمہارے گناہ میں شریک نہ تھا۔

اور بعد ازاں جب اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کو چُنا کہ اُس کے نام و پیغام کو دوسری قوموں تک پہنچائے تو اس نے گُناہوں کی معافی کے لئے اسی طریقۂ نجات کو جاری رکھتے ہوئے انہیں قربانی گذراننے کا حکم دیا۔ ”اگر اس کا چڑھاوا گائے بیل کی سوختنی قربانی ہو تو وہ بے عیب نر کو لا کر اُسے خیمۂ اجتماع کے دروازے پر چڑھائے تاکہ وہ خود خداوند کے حضور مقبول ٹھہرے۔ اور وہ سوختنی قُربانی کے جانور کے سر پر اپنا ہاتھ رکھے تب وہ اس کی طرف سے مقبول ہوگا تاکہ اس کے لئے کفّارہ ہو“ (توریت شریف احبار ۱ : ۳-۴) پس ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک گناہوں کی معافی کا واحد طریقہ خون سے کفّارہ دینا ہے۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جانوروں کا خون انسان کے گُناہوں کا حقیقی کفّارہ ہو سکتا ہے ؟ جواب نفی میں ہے کیونکہ انسان کا حقیقی بدل تو انسان ہی ہے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو جانوروں کے خون سے کفّارہ دینے کا حکم کیوں دیا ؟

غالباً آپ کو علم ہی ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے نوعِ انسان کو اپنا

الہام و مکاشفہ بیک وقت نہیں دیا بلکہ بتدریج۔ جوں جوں انسان کی ذہنی اور رُوحانی استطاعت و استعداد ترقی کرتی گئی، اللہ تعالیٰ بھی اُس پر اپنی مرضی اور ارادہ کو ظاہر کرتا گیا۔ خُدا تعالیٰ اپنی قدرت اور علم کے وسیلے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ اِنسان گناہ میں گرے گا، اس لئے اس نے اس کی نجات کا منصوبہ بھی ازل سے تیار رکھا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے نجات کے انتظام کو بھی بتدریج ظاہر کیا۔ پہلے اُس نے خود آدمؑ و حواؑ کے گناہ کا کفّارہ خون سے دیا اور پھر قربانیاں مقرر کیں۔ یہ سب ایک عارضی اِنتظام تھا جو ایک آنے والی کامل قربانی کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اسی لئے گزشتہ زمانہ کی ان قربانیوں کے بارے میں انجیلِ جلیل میں مرقوم ہے "شریعت جس میں آئندہ کی اچھی چیزوں کا عکس ہے اور اُن چیزوں کی اصلی صورت نہیں۔ ان ایک ہی طرح کی قربانیوں سے جو ہر سال بلاناغہ گزرانی جاتی ہیں پاس آنے والوں کو ہرگز کامل نہیں کر سکتی۔ ورنہ ان کا گزراننا موقوف نہ ہو جاتا؟ ... کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خون گناہوں کو دُور کرے" (انجیلِ جلیل عبرانیوں ۱۰: ۱-۴)۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے انسان کا حقیقی بدل تو انسان ہی ہو سکتا ہے جانور نہیں۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ گنہگار ہونے کے باعث کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو دُوسرے کا کفّارہ دے سکے! "زمین پر کوئی ایسا راستباز انسان نہیں کہ نیکی ہی کرے اور خطا نہ کرے" (کتابِ مُقدّس واعظ ۷: ۲۰)۔ جو شخص اپنے گناہوں کے سبب سے خود مُردہ ہے وہ دُوسرے مُردہ شخص کو زندگی دینے کا ذریعہ کیسے بن سکتا ہے؟ اور نہ کوئی گنہگار اپنا کفّارہ خود دے سکتا ہے کیونکہ اُس صورت میں وہ کفّارہ گناہ آلود

ہو گا اور بے تاثیر ٹھہرے گا۔ پس انسان کو الٰہی نجات دہندہ کی ضرورت ہے جو خود بالکل پاک و بے عیب ہونے کے باعث اُس کے گناہوں کا کفّارہ دے سکے۔

اہلِ یہود کی قربانیاں اسی الٰہی نجات دہندہ کی طرف اشارہ کرتی تھیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے مقرّرہ وقت پر بھیجے گا۔ توریت، زبور اور صحائفِ انبیاء میں اس نجات دہندہ کے کفّارہ کے حق میں متعدد پیشینگوئیاں درج ہیں مثلاً یسعیاہ نبی فرماتے ہیں:-

"اِس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اُسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہُوا سمجھا۔ حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کُچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اُس پر لادی...

لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کُچلے۔ اُس نے اُسے غمگین کیا۔ جب اُس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گزرانی جائے گی تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا۔ اس کی عمر دراز ہو گی اور خُداوند کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلے سے پُوری ہو گی۔ اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کر وہ اُسے دیکھے گا اور سیر ہو گا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا۔ کیونکہ وہ ان کی بدکرداری خود اٹھالے گا"

(کتابِ مُقدّس یسعیاہ ۵۳: ۴-۶، ۱۰-۱۱)۔

یہ اور دیگر پیشینگوئیاں اُس وقت پوری ہوئیں جب اس نجات دہندہ کے مبعوث ہونے کے بارے میں جبرائیل فرشتہ نے حضرت یوسف کو خوشخبری سُنائی اور ساتھ ہی آپ کے بعثت کے مقصد کو بھی بیان کر دیا۔ فرمایا "اُس کے بیٹا ہوگا اور تو اُس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا" (انجیلِ جلیل متّی ۱ : ۲۱)۔

حضرت یوحنّا اصطباغی (یحییٰ نبی) نے بھی جو یسوع المسیح کے بارے میں ان تمام پیشینگوئیوں سے آگاہ تھے، جب آپ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا: "دیکھو یہ خدا کا برّہ ہے جو دنیا کا گناہ اُٹھا لے جاتا ہے" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۱ : ۲۹)۔ رُوح القدس نے اُن پر واضح کر دیا تھا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کی طرف عہدِ عتیق کی قربانیاں اشارہ کرتی تھیں اور کہ آپ ہی حق تعالےٰ کے نجات کے انتظام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

اَیسِ عاصیاں یسوع المسیح خود بھی اپنے اس مشن سے آگاہ تھے۔ آپ نے کئی مرتبہ اِس کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک یہودی سردار نیکدیمس آپ کے پاس نجات کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے آیا تو آپ نے اس الٰہی بھید کا انکشاف کرتے ہوئے یوں فرمایا: "جس طرح مُوسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اُونچے پر چڑھایا، اسی طرح ضرور ہے کہ ابنِ آدم بھی اونچے پر چڑھایا جائے تاکہ جو کوئی ایمان لائے اس میں ہمیشہ کی زندگی پائے" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۳ : ۱۴)۔ ایک اور موقع پر جب حواریّن میں بڑا بننے کے سوال پر کچھ مشکل پیدا ہوئی تو آپ نے ان کی غلط فہمی دُور کرتے ہوئے ان کو اپنے مشن کے بارے میں بتایا: "ابنِ آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (انجیل

پس جب حق تعالیٰ کے نجات کے انتظام کے مطابق وقت پُورا ہو گیا تو یسوع المسیح نے اپنی جان تمام جہان کے گنہگاروں کے کفّارہ کے لئے انڈیل دی۔ (تفصیلِ تصلیب کے لئے دیکھئے انجیل جلیل متّی ابواب ۲۶، ۲۷؛ مرقس ۱۴ : ۴۳ - ۱۵ : ۱-۴۱؛ لوقا ابواب ۲۲، ۲۳؛ یوحنّا ابواب ۱۸، ۱۹)۔ انجیلِ جلیل ۱۔ یوحنّا ۲ : ۲ میں یسوع المسیح کے اس عظیم کفّارہ کے بارے میں یُوں لکھا ہے: "اور وہی ہمارے گناہوں کا کفّارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دُنیا کے گناہوں کا بھی"۔

تمام دُنیا کے لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ دینے کے اہل صرف یسوع المسیح ہی تھے کیونکہ آپ کی پیدائش فوق الفطرت تھی یعنی آپ عام قانونِ تکوین سے ہٹ کر بلا پدر رُوح القدس کی قدرت سے ایک کنواری سے پیدا ہوئے تھے اور یوں آپ ارثی گناہ سے مبرّا، محفوظ و مامون تھے۔ پھر آپ سے کبھی قولاً اور فعلاً کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کے اپنے دُشمنوں اور مخالفین کو چیلنج دینے کے باوجود کہ وہ آپ پر گناہ ثابت کریں، کوئی بھی انگلی نہ اُٹھا سکا بلکہ سب گنگ ہو گئے (انجیلِ جلیل یوحنّا ۸ : ۴۶)۔

پس کلمۃ اللہ رُوح اللہ یسوع المسیح کی ولادتِ مبارکہ اور حیاتِ سعیدہ سے ظاہر و باہر ہے کہ صرف آپ ہی انسانِ کامل ہیں جو گنہگار انسان کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے گنہگار انسانوں کا فدیہ صلیب پر اپنی جان دے کر ادا کیا تو حق تعالےٰ نے اُسے قبول فرمایا اور اس کا اظہار اُس نے آپ کو مُردوں سے زندہ کر کے کیا۔ انجیلِ جلیل افسیوں ۱ : ۱۹ - ۲۲ میں مرقوم ہے: "اُس کی بڑی قوّت کی تاثیر کے موافق جو اُس نے مسیح میں کی جب اُسے مُردوں میں سے جِلا کر اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں

بر بٹھایا۔ اور ہر طرح کی حکومت اور اختیار اور قدرت اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہت بلند کیا جو نہ صرف اس جہان میں بلکہ آنے والے جہان میں بھی لیا جائے گا۔ اور سب کچھ اُس کے پاؤں تلے کر دیا اور اُس کو سب چیزوں کا سردار بنا کر کلیسیا کو دے دیا"

نجات صرف یسوع المسیح کے کفارہ سے ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "کسی دوسرے کے وسیلے سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں" (انجیل جلیل اعمال ۴: ۱۲)۔ اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو کسی اور شخص کو حاصل نہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

اکثر غیر مسیحی یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جب یسوع المسیح نے گنہگاروں کے عوض اپنی جان دے دی تو اب مسیحی کفارۂ مسیح کی آڑ میں گناہ کرنے میں بالکل آزاد ہیں۔

اس اعتراض سے ظاہر ہوتا ہے کہ معترضین کفارۂ مسیح کی حقیقت و نوعیت اور اُس کی اثر پذیری سے قطعی لاعلم ہیں۔ معلوم ہو کہ حق تعالےٰ نے یسوع المسیح کو اس غرض و مقصد کے لئے اس جہان میں بھیجا تھا کہ آپ گنہگاروں کے عوض کفارہ دے کر عدل کا تقاضا پورا کریں اور یوں خدا ان کے گناہ معاف کرنے کے قابل بن جائے۔ پس جب کوئی گنہگار المسیح کے کفارہ کو بذریعہ ایمان قبول کرتا ہے تو وہ دراصل اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اُس کے جرم کی جو سزا اُسے ملنی تھی وہ یسوع المسیح نے خود اُٹھالی

ہے۔ اب چونکہ عدل کا تقاضا پورا ہو چکا ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالےٰ بھی اُسے اپنی رحمت میں معاف کر دیتا ہے اور وہ اس کی نظر میں پاک اور معصوم بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس تائب گنہگار پر کفارہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اب وہ گناہ کو ایک اَور ہی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اس کی نگاہ میں گناہ کی ماہیت کچھ اَور ہی ہو جاتی ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اُسے گناہ کی معافی کس طرح سے حاصل ہوئی اور کیا تاوان ادا کیا گیا یعنی جب وہ المسیح کی صلیبی موت کی دردناک جانکنی کو یاد کرتا ہے اور ان تمام مصیبتوں پر سوچتا ہے جو المسیح کو اس کے بدلے میں اُٹھانی پڑیں تب وہ گناہ سے صد درجہ نفرت کرنے لگتا ہے اور آئندہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انجیل جلیل رومیوں ۶: ۱-۴ میں اس موضوع پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے "پس ہم کیا کہیں؟ کیا گناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مر گئے کیونکہ اس میں آئندہ کو زندگی گذاریں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم جتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا؟ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلے سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلے سے مردوں میں سے جِلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں"۔ ایک اور مقام پر ایمان لانے والوں پر کفارۂ مسیح کے مقصد کو یوں بیان کیا گیا ہے: "وہ (المسیح) آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں اور اُسی کے مار کھانے سے تم نے شفا پائی" (انجیل جلیل ۱۔پطرس ۲: ۲۴)۔

بلاشبہ کفارۂ مسیح سے ایک ایمان لانے والے کو اس کے تمام گذشتہ

گناہوں یعنی ایمان لانے سے پیشتر کے گناہوں سے معافی مل جاتی ہے" اُسے خدا نے اُس کے خون کے باعث ایک ایسا کفّارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو تاکہ جو گناہ پیشتر ہو چکے تھے اور جن سے خدا نے تحمّل کر کے طرح دی تھی اُن کے بارے میں وہ اپنی راستبازی ظاہر کرے۔ بلکہ اسی وقت اُس کی راستبازی ظاہر ہو تاکہ وہ خود بھی عادل رہے اور جو یسوعؑ پر ایمان لائے اس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو" (انجیلِ جلیل رومیوں ۳: ۲۵-۲۶)۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے مقصد یعنی آئندہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں بھی ایماندار کی مدد و راہنمائی کرنا اور اُسے تعلیم دیتا ہے۔

واضح ہو جب کوئی گنہگار المسیح کے کفّارہ پر ایمان لا کر دائرہ مومنین میں شامل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس نئی زندگی میں جو ایمان لانے کے بعد اُسے حاصل ہوتی ہے، مدد دینے کے لئے اپنا رُوحُ القُدس بھی دیتا ہے۔ انجیلِ جلیل اعمال ۲: ۳۸ میں یوں مرقوم ہے: "توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوعؑ مسیح کے نام پر بپتسمہ لے تو تم رُوحُ القُدس انعام میں پاؤ گے۔ اس لئے کہ یہ وعدہ تم اور تمہاری اولاد اور اُن سب دُور کے لوگوں سے بھی ہے جن کو خُداوند ہمارا خُدا اپنے پاس بُلائے گا"۔ یسوعؑ المسیح نے خود بھی اپنی حینِ حیات میں رُوحُ القُدس کو مددگار بیان کیا ہے۔ فرمایا "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن جب مددگار یعنی رُوحُ القُدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا" (انجیلِ جلیل یُوحنّا ۱۴: ۲۵، ۲۶)۔ اور پھر ایمانداروں کو یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ

صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ اُس ایمان کا اظہار ان کے اعمال سے بھی ہونا چاہیئے۔ یاد رہے کہ مسیحیت میں نیک اعمال نجات کا پھل ہیں۔ پس اگر کوئی نجات یافتہ ہے تو وہ ضرور ہی بدی سے بچنے کی کوشش کرے گا اور نیکی کی طرف راغب ہو گا۔

"اَے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اُسے نجات دے سکتا ہے؟ اگر کوئی بھائی یا بہن ننگی ہو اور ان کو روزانہ روٹی کی کمی ہو اور تم میں سے کوئی اُن سے کہے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ گرم اور سیر رہو مگر جو چیزیں تن کے لئے درکار ہیں وہ انہیں نہ دے تو کیا فائدہ؟ اِسی طرح ایمان بھی اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔ بلکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ تُو تو ایماندار ہے اور میں عمل کرنے والا ہوں۔ تُو اپنا ایمان بغیر اعمال کے تو مجھے دکھا اور میں اپنا ایمان اعمال سے تجھے دکھاؤں گا۔ تُو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خُدا ایک ہی ہے۔ خیر اچھّا کرتا ہے۔ شیاطین بھی ایمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔ مگر اَے نکمّے آدمی! کیا تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے؟" (انجیلِ جلیل یعقوب ۲: ۱۴-۲۰)۔

"کیونکہ خُدا کا وہ فضل ظاہر ہُوا ہے جو سب آدمیوں کی نجات کا باعث ہے۔ اور ہمیں تربیت دیتا ہے تاکہ بیدینی اور دنیوی خواہشوں کا انکار کر کے اس موجُودہ جہان میں پرہیزگاری اور راستبازی اور دینداری کے ساتھ زندگی گذاریں" (انجیلِ جلیل طِطُس ۲: ۱۱، ۱۲)۔

پس معترضین کا یہ کہنا کہ کفّارۂ مسیح کے باعث مسیحی گناہ کرنے میں

آزاد ہیں کفّارہ کی حقیقت اور مسیحی عقائد و تعلیمات سے نابلد محض ہونے کا اظہار ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی گنہگار یسوعؔ المسیح کے کفّارہ کو سچے دل سے قبول کرتا ہے تو منجیؔ عالمین کے ساتھ بذریعہ ایمان پیوند ہونے کے باعث اُسے ایک نئی طبیعت مل جاتی ہے اور اب وہ گناہ سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اُس سے نیک کام ظاہر ہونے لگتے ہیں جس طرح کہ ایک کھٹے آم میں میٹھے آم کی پیوندکاری کے باعث میٹھے آم لگنے لگتے ہیں۔

شاید کوئی موجودہ مسیحیوں کی کوتاہیوں اور خامیوں کو دیکھ کر یہ کہے کہ جب مسیح کے ساتھ پیوند ہونے کے باعث نئی طبیعت مل جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسیحیوں کی عملی زندگیوں سے اس دعوے کا ثبوت نہیں ملتا؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ معترضین کو معلوم ہو کہ تمام لوگ جو مسیحی کہلاتے ہیں مسیحی نہیں ہیں۔ اس لئے کل مسیحیوں کے اعمال کو دیکھ کر اندازہ لگانا درست نہ ہوگا۔ حقیقی مسیحی وہی ہے جس نے کفّارۂ مسیح کو سچے دل سے قبول کیا ہے اور اُس کا اظہار اُس کے اعمال سے ہوتا ہے خواہ وہ مسیحی خاندان میں پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسیحیت وراثت میں نہیں ملتی یعنی کوئی مسیحی خاندان میں پیدا ہونے سے مسیحی نہیں بنتا بلکہ ہر ایک کو شخصی طور پر خود مسیح کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

بہرحال جو حقیقی مسیحی ہیں ان کے حق میں یہ درست ہے کہ جب وہ المسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرتے ہیں تو اُنہیں نئی طبیعت مل جاتی ہے اور رُوح القدس ان کے دلوں میں سکونت کرنے لگتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اُن کی پرانی طبیعت ہنوز ان میں موجود ہوتی ہے۔ اب ان دونوں میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ پرانی طبیعت اُسے گناہ کی طرف

راغب کرنے کی کوشش کرتی ہے اور نئی طبیعت اُسے نیکی پر چلنے کی تلقین کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں پاک روح اُس کی مدد کرتا ہے چونکہ وہ گناہ کی تباہ کاریاں پہلے ہی دیکھ چکا ہوتا ہے اس لئے وہ گناہ سے نفرت کرنے کے باعث اور دل میں سکونت کرنے والے پاک رُوح کی مدد سے گناہ پر غالب آجاتا ہے، تاہم پرانی طبیعت کی موجودگی کے باعث وہ گناہ میں گر بھی سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ایماندار سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے دل میں شرمندگی محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے سامنے اس کا اقرار کرتا اور معافی مانگتا ہے اور وہ اُسے یسوعؔ المسیح کے کفّارہ کے صدقے معاف کر دیتا ہے کیونکہ کفّارۂ مسیح نہ صرف ہمارے گزشتہ گناہوں کے لئے بلکہ آئندہ گناہوں کے لئے بھی جن کا ہم اقرار کرتے ہیں مؤثر ہے ”اگر اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمارے گناہوں کے معاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچّا اور عادل ہے۔۔۔۔ اے میرے بچو! یہ باتیں میں تمہیں اس لئے لکھتا ہوں کہ تم گناہ نہ کرو اور اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوعؔ مسیح راستباز، اور وہی ہمارے گناہوں کا کفّارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی“ (انجیل جلیل ا۔یوحنّا ۱:۹؛ ۲:۱-۲)۔

یہاں یہ بتانا بھی اشد ضروری ہے کہ یسوعؔ المسیح کے ساتھ پیوندکاری کے باعث جو نئی طبیعت ملتی ہے اگرچہ اس کے آثار تو فوراً نظر آنے لگتے ہیں لیکن جہاں تک پھلوں کا تعلق ہے اُسے جڑ پکڑنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ یہ نئی طبیعت ایمانداروں میں آہستہ آہستہ جڑ پکڑتی ہے اور جوں جوں جڑ پکڑتی جاتی ہے ان میں نیک کاموں کا پھل لگنے لگتا ہے۔ بدیں وجہ

ایمانداروں کو انجیلِ جلیل میں جابجا نصیحت کی گئی ہے کہ وہ گناہ سے بچیں اور کاملیّت کی طرف قدم بڑھائیں۔

"پس گناہ تمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے کہ تم اس کی خواہشوں کے تابع رہو۔ اور اپنے اعضا ناراستی کے ہتھیار ہونے کیلئے گناہ کے حوالہ نہ کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو مُردوں میں سے زندہ جان کر خدا کے حوالہ کرو اور اپنے اعضا راستبازی کے ہتھیار ہونے کے لئے خدا کے حوالہ کرو۔"

"اس جہان کے ہمشکل نہ بنو بلکہ عقل نئی ہو جانے سے اپنی صورت بدلتے جاؤ تاکہ خدا کی نیک اور پسندیدہ اور کامل مرضی تجربہ سے معلوم کرتے رہو۔"

(انجیلِ جلیل رومیوں ۶: ۱۲-۱۳؛ ۱۲: ۲)۔

دلیل ہفتم

قیامت، رفعِ آسمانی اور آمدِ ثانی

قیامت المسیح

موت ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ اس سے کسی بنی نوع انسان کو مفر نہیں۔ بائبل مقدس اس حقیقت کو تسلیم کرتی اور علی الاعلان اس کا اقرار کرتی ہے جب حضرت آدم سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالےٰ نے انہیں اس جرم کی سزا سنائی تو فرمایا: "تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا" (توریت شریف پیدائش ۳: ۱۹۔ مزید دیکھئے انجیل جلیل عبرانیوں ۹: ۲۷)۔ قرآن شریف بھی اس کی تصدیق کرتا ہے: "ہر جی کو چکھنی ہے موت" (سورۃ آلِ عمران ۱۸۵)۔

یسوع المسیح نے بھی موت کا مزا چکھا۔ لیکن آپ کی موت طبعی موت نہیں تھی بلکہ آپ نے اپنی جان اللہ تعالےٰ کے ازلی ارادہ اور گنہگار انسانوں کے بدلے بطور فدیہ دی، اور تیسرے دن مُردوں میں سے زندہ ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ جو کفارہ آپ نے ادا کیا ہے وہ حق تعالےٰ نے قبول فرمایا ہے۔

خداوند یسوع مسیح نے اپنی حینِ حیات میں کئی مرتبہ اپنے حواریین سے اپنی موت۔ اور ظفریاب قیامت کا تذکرہ کیا۔ ایک مرتبہ جب آپ بیت المقدس تشریف لے جا رہے تو فرمایا: "دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں ابنِ آدم کے حق میں پوری ہوں گی۔ کیونکہ وہ

غیر قوم والوں کے حوالہ کیا جائے گا اور لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزّت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وہ تیسرے دن جی اُٹھے گا" (انجیلِ جلیل لوقا ۱۸: ۳۱-۳۴۔ مزید دیکھئے مرقس ۹: ۳۱؛ ۱۰: ۳۴) - آپ کی یہ پیشینگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی - انجیلِ جلیل میں آپ کی تصلیب و قیامت کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ انجیل شریف متّی ۲۸: ۱-۶ میں آپ کی قیامت کے بارے میں یوں مرقوم ہے:

"اور سبت کے بعد ہفتہ کے پہلے دن پَو پھٹتے وقت مریم مگدلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں۔ اور دیکھو ایک بڑا بھونچال آیا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اُترا اور پاس آکر پتھر کو لڑھکا دیا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ اس کی صورت بجلی کی مانند تھی اور اس کی پوشاک برف کی مانند سفید تھی۔ اور اس کے ڈر سے نگہبان کانپ اُٹھے اور مردہ سے ہو گئے۔ فرشتہ نے عورتوں سے کہا تم نہ ڈرو کیونکہ مَیں جانتا ہُوں کہ تم یسُوعؔ کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہُوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اُٹھا ہے۔ آؤ یہ جگہ دیکھو جہاں خداوند پڑا تھا۔"

حضور المسیح کی قیامتِ ظفریاب ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ نہ صرف فرشتہ نے گواہی دی بلکہ حواریّین نے بھی جو کہ آپ کے جی اُٹھنے کے چشم دید گواہ تھے اس کی تصدیق کی۔ حضرت پطرسؔ بہ بانگِ دہل آپ کے دشمنوں کے سامنے اِس کا اقرار کرتے ہیں:

"اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسُوعؔ ناصری ایک شخص تھا جس کا

خُدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہُوا جو خُدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے۔ چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو۔ جب وہ خدا کے مقررہ انتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب کروا کر مار ڈالا۔ لیکن خدا نے موت کے بند کھول کر اُسے جِلایا کیونکہ ممکن نہ تھا کہ وہ اُس کے قبضہ میں رہتا"
(انجیلِ جلیل اعمال ۲: ۲۲-۲۴)۔

اور پھر آپ خود بھی اپنے جی اُٹھنے کے بعد چالیس دن تک اپنے حواریّین اور شاگردوں پر ظاہر ہوتے رہے۔ انجیلِ جلیل میں اس واقعہ کو بھی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"وہ یہ باتیں کہہ ہی رہے تھے کہ یسُوعؔ آپ اُن کے بیچ میں آ کھڑا ہُوا اور اُن سے کہا تمہاری سلامتی ہو۔ مگر اُنہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی رُوح کو دیکھتے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ مَیں ہی ہُوں۔ مجھے چُھو کر دیکھو کیونکہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہہ کر اُس نے اُنہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے" (انجیلِ جلیل لوقا ۲۴: ۳۶-۳۹، مزید دیکھئے لُوقا ۲۴: ۱۳-۳۵؛ یُوحنّا ۲۰: ۱۹-۲۰)۔

حضرت پولُسؔ اُن لوگوں کی فہرست پیش کرتے ہیں جن پر آپ ان چالیس دنوں کے دوران ظاہر ہوئے:

"چنانچہ میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مؤا اور دفن ہؤا اور تیسرے دن کتابِ مقدس کے مطابق جی اُٹھا۔ اور کیفا اور اس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا۔ پھر پانچ سو سے زیادہ بھائیوں ایک ساتھ دکھائی دیا جن میں سے اکثر اب تک موجود ہیں اور بعض سو گئے۔ پھر یعقوب کو دکھائی دیا۔ پھر سب رسولوں کو۔ اور سب سے پیچھے مجھ کو جو گویا ادھورے دنوں کی پیدائش ہوں دکھائی دیا۔" (انجیل جلیل اکرنتھیوں ۵:۳-۸)

خداوند یسوع مسیح کے جی اُٹھنے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے حوارئین سے فرمایا تھا کہ آپ آسمان پر جا کر اُن کے لئے ایک دوسرا مددگار بھیج دیں گے، "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا" (انجیل جلیل یوحنا ۱۶:۷)۔

چنانچہ اپنے جی اُٹھنے کے بعد جب آپ آسمان پر تشریف لے گئے تو اپنے وعدہ کے مطابق آپ نے رُوح القدس کو بھیجا۔ لکھا ہے:

"جب عید پنتکُست کا دن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اُس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا۔ اور انہیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور وہ سب رُوح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح رُوح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی" (انجیل جلیل اعمال ۲:۱-۴)۔

شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ یسوع المسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے میں کیا فضیلت ہے جبکہ انجیلِ جلیل کے مطابق اور بھی مُردے زندہ ہوئے؟

مسیح خداوند اور دیگر لوگوں کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے میں فرق یہ ہے کہ دُوسرے لوگ پھر موت کا لُقمہ بن گئے اور ہنوز اپنی قبروں میں محوِ استراحت ہیں جبکہ آپ اپنی قیامت کے بعد مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ انجیلِ جلیل رومیوں ۶:۸، ۹ میں مرقوم ہے: "پس جب ہم مسیح کے ساتھ مُوئے تو ہمیں یقین ہے کہ اس کے ساتھ جئیں گے بھی۔ کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ مسیح جب مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو پھر نہیں مرنے کا۔ موت کا پھر اُس پر اختیار نہیں ہونے کا۔"

رفعِ آسمانی

المسیح اپنے حوارئین اور دیگر شاگردوں پر چالیس دن تک ظاہر ہونے کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے جس طرح آپ نے اپنی موت اور قیامت کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا اسی طرح آپ نے اپنے صعودِ آسمانی کے بارے میں بھی بتایا۔ ایک مرتبہ آپ جب رموزِ الٰہیہ پر سے پردہ اُٹھا رہے تھے تو بعض لوگوں کو آپ کا کلام ناگوار گزرا۔ تب آپ نے ان سے فرمایا "کیا تم اس بات سے ٹھوکر کھاتے ہو؟ اگر تم ابنِ آدم کو اُوپر جاتے دیکھو گے جہاں وہ پہلے تھا تو کیا ہوگا؟" (انجیلِ جلیل یوحنا ۶:۶۱-۶۲)۔

انجیلِ جلیل میں آپ کے رفعِ آسمانی کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ انجیلِ لوقا ۲۴:۵۰-۵۲ میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"پھر وہ انہیں بیتِ عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر انہیں برکت دی۔ جب وہ اُنہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوُا کہ اُن سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اور وہ اُس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلیم کو لوٹ گئے" (مزید دیکھئے مرقس ۱۶ : ۱۹)۔

فرشتوں نے بھی نہ صرف یسوُع المسیح کے رفعِ آسمانی کی تصدیق کی بلکہ آپ کی آمدِ ثانی کے بارے میں بھی بتلایا:

"وہ اُن کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اُسے ان کی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اُس کے جاتے وقت جب وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھو دُو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اے گلیلی مَردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوُع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے" (انجیل جلیل اعمال ۱ : ۹-۱۱)۔

لیکن یسوُع المسیح کے رفعِ آسمانی کا مطلب محض اتنا ہی نہیں ہے کہ نجاتِ انسانی کے کام کی تکمیل کے بعد آپ واپس آسمان پر جہاں سے آپ تشریف لائے تھے چلے جائیں۔ آپ کے صعودِ آسمانی کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آپ نجات کے الٰہی منصوبہ یعنی آپ کے ادا کردہ گناہ کے کفارہ کو قبول کرنے والے مومنین کی جبکہ اُن سے کوئی گناہ سرزد ہو تو شفاعت کریں۔ انجیل جلیل عبرانیوں ۷ : ۲۵ میں مرقوم ہے: "اسی لئے جو اس کے وسیلہ سے خدا کے پاس آتے ہیں وہ انہیں پوری پوری نجات دے سکتا ہے کیونکہ وہ ان کی شفاعت کے لئے ہمیشہ زندہ ہے۔" پھر روح القدس کی معرفت حضرت یوُحنّا فرماتے ہیں: "اَے میرے بچو! یہ باتیں میں تمہیں اس لئے لکھتا ہوں کہ تم گناہ نہ کرو اور اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوُع مسیح راستباز۔ اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دُنیا کے گناہوں کا بھی" (انجیلِ جلیل ۱۔یوُحنّا ۲ : ۱-۲)۔

مطلب یہ ہے کہ جب ایک گنہگار محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے مخلصی پانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اور یسوُع المسیح کے کفارہ پر جو آپ نے صلیب پر تمام دُنیا کے لوگوں کے گناہ کے لئے دیا ایمان لے آتا ہے یعنی اُسے سچے دل سے قبوُل کر لیتا ہے تو اُس پر سے موت کا حکم جو اس کے گناہ کے باعث اُس پر تھا ہٹ جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"خدا نے دُنیا سے ایسی محبّت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خدا نے بیٹے کو دُنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اس لئے کہ دُنیا اس کے وسیلہ سے نجات پائے۔ جو اس پر ایمان لاتا ہے اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا" (انجیلِ جلیل یوُحنّا ۳ : ۱۶-۱۸)۔

خداوند یسوُع المسیح نے خود بھی یہی کچھ فرمایا:

"مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے" (انجیلِ جلیل یوُحنّا ۵ : ۲۴)

اور آپ پر ایمان لانے والوں کا تجربہ بھی یہی ہے؛

"ہم کو اُس میں اُس کے خون کے وسیلہ سے مخلصی یعنی قصوروں کی معافی اس کے اُس فضل کی دولت کے موافق حاصل ہے۔"

"جب قصوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زندہ کیا (تم کو فضل ہی سے نجات ملی ہے) اور مسیح یسوع میں شامل کر کے اس کے ساتھ جلایا اور آسمانی مقاموں پر اُس کے ساتھ بٹھایا" (انجیل جلیل افسیوں ۱:۷؛ ۲:۵-۶)۔

اب یسوع المسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرنے والا نجات یافتہ ہے یعنی اگر اب وہ مر جائے تو دوزخ میں نہیں جائے گا۔ لیکن اگر وہ زندہ رہتا ہے تو عین ممکن ہے تو اُس سے کبھی نہ کبھی گناہ سرزد ہو کیونکہ بالآخر اُس میں اُس کی پرانی انسانیت یعنی بشریت ہنوز موجود ہوتی ہے۔ اُس صورت میں کیا اُس کی نجات قائم رہے گی اور وہ بہشت میں جائے گا؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب کوئی المسیح کو قبول کر لیتا ہے تو رُوح القدس اُس میں آ کر سکونت کرنے لگتا ہے: "کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا بدن رُوحُ القدس کا مَقدِس ہے جو تم میں بسا ہوا ہے اور تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے؟" (انجیل جلیل ۱-کرنتھیوں ۶:۱۹)۔

پس رُوحُ القدس اس کی گناہ پر غالب آنے میں مدد کرتا ہے۔ اب وہ اُس کی روحانی بصیرت کو کھول دیتا اور اُس کی روحانی آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اور وہ گناہ کی اصل ماہیت وحقیقت کو جان لینے کے باعث اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ گناہ میں نہ گرے۔ لیکن اگر اس کی بشریت اُس پر غالب آ جائے اور وہ گناہ میں گر

پڑے تو وہ ضرور ہی اُسے محسوس کرے گا اور اللہ تعالےٰ کے حضور اس کا اقرار کرے گا اور توبہ کرتے ہوئے اُس سے معافی مانگے گا۔ اُس وقت یسوع المسیح جو اللہ تعالےٰ کے دہنی طرف بیٹھے ہیں اُس کی شفاعت کرتے ہیں کہ آپ نے اس کے گناہ کا کفّارہ دیا ہے۔ یہ کفارہ نہ صرف اس کے گذشتہ گناہوں کے لئے کافی ہے بلکہ اُس کے آئندہ گناہوں کے لئے بھی بشرطیکہ وہ اُن کا اقرار کرے، توبہ کرے اور معافی مانگے۔ پس جب وہ اُن کا اقرار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کفّارہ کے صدقے اُسے معاف کر دیتا ہے۔

"خدا کے برگزیدوں پر کون نالش کرے گا؟ خدا وہ ہے جو ان کو راستباز ٹھہراتا ہے۔ کون ہے جو مجرم ٹھہرائے گا؟ مسیح یسوع وہ ہے جو مر گیا بلکہ مُردوں میں سے جی بھی اُٹھا اور خدا کی داہنی طرف ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے" (انجیل جلیل رومیوں ۸:۳۳-۳۴)۔

الغرض ایک نجات یافتہ شخص کا نشان یہی ہے کہ وہ گناہ سے نفرت کرتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ گناہ سے بچے لیکن اگر اُس سے گناہ سرزد ہو ہی جائے تو اُس کا ضمیر اُسے اُس وقت تک چین نہیں لینے دیتا جب تک کہ وہ اُس کا اقرار نہ کر لے۔ اور جب وہ اقرار کرتا ہے تو یسوع المسیح آگے بڑھ کر اس کی شفاعت کرتے ہیں کیونکہ آپ کے رفعِ آسمانی کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔

فرضاً اگر ایک نجات یافتہ اپنے گناہ کا اقرار نہیں کرتا تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس صورت میں اس کی اللہ تعالےٰ کے ساتھ رفاقت وشراکت ٹوٹ جاتی ہے اور جو دلی اطمینان اور تسلّی اُسے حاصل ہوتی ہے جاتی رہتی ہے اور ایک نیک زندگی بسر کرنے کے صلہ میں جو انعام اور اجر اللہ تعالےٰ اُسے روزِ عدالت دے گا وہ اُن سے محروم ہو جائے گا۔

"میں نے اُس توفیق کے موافق جو خدا نے مجھے بخشی دانا معمار کی طرح نیو رکھی اور دوسرا اُس پر عمارت اُٹھاتا ہے۔ پس ہر ایک خبردار رہے کہ وہ کیسی عمارت اُٹھاتا ہے۔ کیونکہ سوا اس نیو کے جو پڑی ہوئی ہے اور وہ یسوع مسیح ہے کوئی شخص دوسری نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر کوئی اُس نیو پر سونا یا چاندی یا بیش قیمت پتھروں یا لکڑی یا گھاس یا بھوسے کا ردا رکھے تو اس کا کام ظاہر ہو جائے گا۔ کیونکہ جو دن آگ کے ساتھ ظاہر ہوگا وہ اس کام کو بتا دے گا اور وہ آگ خود ہر ایک کام کو آزما لے گی کہ کیسا ہے۔ جس کا کام اس پر بنا ہوا باقی رہے گا وہ اجر پائے گا۔ اور جس کا کام جل جائے گا وہ نقصان اُٹھائے گا لیکن خود بچ جائے گا مگر جلتے جلتے" (انجیلِ جلیل ۱۔کرنتھیوں ۳ : ۱۰۔۱۵)۔

آمدِ ثانی

انجیلِ جلیل اور قرآن شریف کے ماننے والے جس طرح یسوع المسیح کے رفعِ آسمانی کے قائل ہیں، اُسی طرح وہ آپ کی آمدِ ثانی کے بھی منتظر ہیں۔ اس کا انکشاف آپ کی ذاتِ بابرکت نے خود ہی فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ روزِ آخرت کے بارے میں درس دے رہے تھے تو آپ کے حواریین میں سے چند ایک نے آپ سے سوال کیا: "ہم کو یہ بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دُنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا"۔ تب آپ نے ان نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے

آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سُنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا! کیونکہ اُن باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اُس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔ اُس وقت لوگ تم کو ایذا دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تم کو قتل کریں گے اور میرے نام کی خاطر سب قومیں تم سے عداوت رکھیں گی... اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے۔ اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی" (انجیلِ متّی ۲۴ : ۵۔۱۲)۔

"اور سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ سمندر اور اس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی۔ اور ڈر کے مارے اور زمین پر آنے والی بلاؤں کی راہ دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہے گی اس لئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے"۔ (انجیلِ جلیل لُوقا ۲۱ : ۲۵۔۲۷)۔

یسوع المسیح نے درجِ بالا پیشینگوئی میں اپنی آمدِ ثانی کے بارے میں جو نشانیاں بیان کی ہیں اُن میں سے اکثر و بیشتر ہمارے زمانہ میں وقوع میں آ رہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی مراجعت جلد اور یقینی ہے۔ تاہم

قطعیت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کس دن اور کس وقت تشریف لائیں گے۔ اس سلسلہ میں آپ نے خود بھی اپنے حواریّین اور تابعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور رات کے کون سے پہر آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب نہ لگانے دیتا۔ اس لئے تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہو گا ابنِ آدم آجائے گا" (انجیلِ جلیل متّی ۲۴ : ۴۲-۴۴)۔

خداوند یسُوع المسیح کی پہلی آمد کا مقصد یعنی جب آپ نے تجسّم فرمایا یہ تھا کہ آپ تمام لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ دیں اور ان کے لئے راہِ نجات کھول دیں۔ لیکن آپ کی دوسری آمد کا مقصد کیا ہے؟ آپ کس غرض سے تشریف لائیں گے؟

ا۔ ایمانداروں کو اپنے ساتھ آسمان پر لے جانے کے لئے

ایک مرتبہ جب یسُوع المسیح اپنے صعودِ آسمانی کے بارے میں اپنے حواریّین کو بتا رہے تھے تو وہ آپ کی جدائی کا سُن کر غمگین ہوئے۔ اُس وقت آپ نے اُن کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا:

"تمہارا دل نہ گھبرائے۔ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہہ دیتا کیونکہ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں، اور اگر میں جا کر تمہارے لئے جگہ تیار کروں تو پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لونگا تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو"۔

(انجیلِ مقدّس یوحنّا ۱۴: ۱-۳)۔

ب۔ عدالت کرنے کے لئے

گنہگاروں کی عدالت کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کا کام ہے۔ لیکن اُس نے یہ کام خداوند یسُوع مسیح کے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ آپ نہ صرف مومنین کو لینے ہی آئیں گے تاکہ وہ ابد تک آپ کے ساتھ بہشت بریں میں سکونت کریں بلکہ وہ تمام فرد و بشر کی عدالت بھی کریں گے۔ اِس امر کا انکشاف آپ نے خود اپنے حواریّین سے کیا۔ فرمایا:

"باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزّت کریں جس طرح باپ کی عزّت کرتے ہیں" (انجیلِ جلیل یوحنّا ۵ : ۲۲)۔

آپ کے حواریّین اِس بات پر ایمان رکھتے تھے اور انہوں نے دوسرے لوگوں کے سامنے اس بات کی منادی بھی کی:

"پس خدا جہالت کے وقتوں سے چشم پوشی کر کے اب سب آدمیوں کو ہر جگہ حکم دیتا ہے کہ توبہ کریں۔ کیونکہ اُس نے ایک دن ٹھہرایا ہے جس میں وہ راستی سے دنیا کی عدالت اُس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اُس نے مقرّر کیا ہے اور اُسے مُردوں میں سے جِلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے" (انجیلِ جلیل اعمال ۱۷: ۳۰،۳۱)۔

ابتدا ہی سے مسیحیوں پر غیر اقوام نے جَور و ستم کے پہاڑ توڑے۔ حاکم اور عوام دونوں ہی انہیں ہمیشہ صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے رہے۔ اُن حالات میں جبکہ کلیسیا ظلم و تشدد کی چکی میں پس رہی تھی تو رسُول انہیں تسلی دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"جب خُداوند یسُوعؔ اپنے قوی فرشتوں کے ساتھ بھڑکتی ہوئی آگ میں آسمان سے ظاہر ہوگا۔ اور جو خدا کو نہیں پہچانتے اور ہمارے خداوند یسُوعؔ کی خوشخبری کو نہیں مانتے اُن سے بدلہ لے گا وہ خداوند کے چہرہ اور اس کی قدرت کے جلال سے دُور ہو کر ابدی ہلاکت کی سزا پائیں گے۔ یہ اس دن ہوگا جبکہ وہ اپنے مُقدّسوں میں جلال پانے اور سب ایمان لانے والوں کے سبب سے تعجب کا باعث ہونے کے لئے آئے گا کیونکہ تم ہماری گواہی پر ایمان لائے" (انجیل جلیل ۲۔تھسلنیکیوں ۱: ۷ ۔ ۱۰)۔

ج۔ ابلیس کو ہلاک کرنے کے لئے

ابلیس شروع ہی سے انسان کی جان کا دشمن ہے۔ وہ اُسے راہِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے آزماتا اور گمراہ کرتا ہے۔ وہ اُسے ہمیشہ گناہ کی دلدل میں دھکیلنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ تاہم ایک وقت آئے گا جب کہ اسے ان سب باتوں کا جواب دینا پڑے گا۔ پس جب خداوند مسیح مراجعت فرمائیں گے تو اس کی بھی عدالت کریں گے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"مَیں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اُترتے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کُنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی۔ اُس نے اُس اژدھا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے پکڑ کر ہزار برس کے لئے باندھا"

"اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کی چاروں طرف

ہوں گی یعنی جوجؔ و ماجوجؔ کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا... اُن کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈالا جائے گا" (مکاشفہ ۲۰: ۱۔۲، ۷۔۸، ۱۰)۔

د۔ موت کو ہمیشہ کے لئے مغلوب کرنے کے لئے

موت گناہ کا نتیجہ ہے۔ یہ اُس وقت سے نوعِ انسان میں جاری و ساری ہے جبکہ حضرت آدمؔ پہلی مرتبہ گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ اگرچہ مسیح خداوند نے اپنی صلیبی موت کے ذریعہ گناہ کا کفّارہ ادا کر کے ایمان لانے والوں کو اُس کے شکنجے سے آزاد کرا لیا، تاہم وہ نیست و نابود نہ کی گئی تھی۔ خُداوند یسُوعؔ مسیح کی آمدِ ثانی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آپ انسان کے آخری دشمن یعنی موت کو نیست کریں:

"اس کے بعد آخرت ہوگی۔ اُس وقت وہ ساری حکومت اور سارا اختیار اور قدرت نیست کر کے بادشاہی کو خدا یعنی باپ کے حوالہ کر دے گا۔ کیونکہ جب تک کہ وہ سب دشمنوں کو اپنے پاؤں تلے نہ لے آئے اُس کو بادشاہی کرنا ضرور ہے۔ سب سے پچھلا دشمن جو نیست کیا جائے گا وہ موت ہے"

(انجیل جلیل ۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۲۴۔۲۶)

جب خداوند یسُوعؔ المسیح کی آمدِ ثانی کا مقصد پُورا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس زمین و آسمان کو فنا کر دے گا۔ یہ زمین و آسمان انسان کے گناہ کے سبب سے مومنین کے رہنے کے قابل نہیں اس لئے وہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرے گا تا کہ راستباز و ایماندار لوگ ابد تک حق تعالیٰ کے ساتھ

سکونت کر سکیں جیسے کہ باغِ عدن میں حضرت آدمؑ و حواؑ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکونت کرتے تھے:

"پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی اور سمندر بھی نہ رہا۔ پھر میں نے شہرِ مُقدّس نئے یروشلیم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اُترتے دیکھا اور وہ اس دلہن کی مانند آراستہ تھا جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو۔ پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سُنا کہ دیکھ! خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا اور وہ اُس کے لوگ ہوں گے اور خُدا آپ ان کے ساتھ رہے گا اور اُن کا خُدا ہوگا۔"

"اور پھر لعنت نہ ہوگی اور خدا اور برّہ کا تخت اُس شہر میں ہوگا اور اس کے بندے اُس کی عبادت کریں گے۔ اور وہ اُس کا منہ دیکھیں گے اور اُس کا نام اُن کے ماتھوں پر لکھا ہوا ہوگا۔ اور پھر رات نہ ہوگی اور چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے کیونکہ خداوند خدا ان کو روشن کرے گا اور وہ ابدالآباد بادشاہی کریں گے" (انجیلِ جلیل مکاشفہ ۲۱: ۱-۴، ۲۲: ۳-۵)

قارئینِ کرام!

اِس رسالہ میں ہم نے خداوند یسوعؔ المسیح کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مقصد محض اتنا ہی ثابت کرنا نہ تھا کہ آپ افضل الانسان تھے بلکہ یہ بتانا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس جہان میں ایک خاص مقصد کے تحت بھیجا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس جہان کا خالق ہے اُس کی تخلیق کردہ ہر شئے اچھی ہے اُس نے انسان کو بھی پاک و معصوم پیدا کیا تھا لیکن انسان گناہ میں گر گیا اور یوں موت کے قبضہ میں آگیا۔ جیسے ہر شخص کو اپنی تخلیق اور ایجاد سے محبت ہوتی ہے ویسے ہی حق تعالیٰ بھی جو خود محبت کا سرچشمہ ہے انسان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انسان ہلاک ہو۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ انسان ہلاکت سے بچنے کے لئے اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ پس جو کچھ انسان کرنے سے معذور تھا خدائے رحیم و غفور نے کیا۔ اس نے اپنے بیٹے یسوعؔ المسیح کو اس جہان میں بھیجا تاکہ وہ انسان کے گناہوں کا کفّارہ ادا کرے۔ حضور یسوعؔ المسیح نے انسان کے گناہوں کا کفّارہ صلیب پر جان دے کر ادا کیا۔ اب اگر کوئی اس کفّارہ کو سچے دل سے قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ یسوعؔ المسیح کو اس کا عوضی قبول کرتے ہوئے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اُسے نجات مل جاتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ انسان کسی اور طریقے سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ پس لازم ہے کہ ہر ایک گنہگار جو اپنے گناہوں سے مخلصی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کے مہیّا کردہ نجات کے انتظام کو قبول کرے تاکہ ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔

کتابیات

۱۔ مسیحیت کی عالمگیری ——— از پادری برکت اللہ ایم اے۔

۲۔ مراۃ الحق ——— از ایس ایم۔ تاج

۳۔ الکفّارہ ——— از پادری ڈبلیو گولڈ سیک

۴۔ علامہ اقبال اور مسیحی اصطلاحات ——— از ڈاکٹر نذیر یوسف

۵۔ حقائقِ کفارہ ——— از ڈاکٹر یوسف جلیل

۶۔ فضیلتِ مسیح ——— از پادری لوٹا مل (مرحوم)

۷۔ دعووں کی تحقیق ——— از ڈیل اور ایلین روٹن

۸۔ قرآن مجید بہ ترجمہ از شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور